صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکنپور شریف

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول سنہ ۱۴۴۱ھ

نومبر، دسمبر ۲۰۲۰ء، جنوری ۲۰۲۱ء

خانقاہِ عالیہ شہنشاہ ولایت قطب الارشاد فرد الافراد

سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار رض

مکنپور شریف

چیف ایڈیٹر

ابو المسرت سید **مقتدا حسین** جعفری

دار النور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

This Pdf Download From Madaarimedia.com

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضؓ

بیادگار: الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبر والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۴۲ھ
مطابق نومبر، دسمبر ۲۰۲۰ء
جنوری ۲۰۲۱ء

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامر

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توشیق فصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یحیٰ مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

قیمت نمبر شمارہ -/50
سالانہ -/200
ڈاک خرچ -/60
رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائیگا جسکا خرچ الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

9956677119
8737967832
6394344966

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ
واٹسپ گروپ

MADAARI MEDIA
دم مدار بیڑا پار
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	تحریر	مضامین	نمبر شمار
3	چیف ایڈیٹر	اداریہ	1
4	ماخوذ	اسلام ہر دور کی قیادت کرسکتا ہے	2
8	مولانا سید مختار شاہ اشرفی نعیمی مقیم حال امریکہ	حضور مدار پاک اور تبلیغ دین	3
10		صلح حدیبیہ بیعت رضوان	4
15	جناب نیاز احمد نیازؔ مرحوم	محبت	5
18		اسلامی فوج کیسے وجود میں آئی	6
23	مفتی حبیب الرحمٰن علوی منظری	حضور مدار پاک کی ولادت اور سیادت	7
30	بابائے قوم وملت سید محمد ولی شکوہ مداری	معجزہ یا کرامت	8
33	مولانا سید ہاشمی میاں اشرفی جیلانی	سعی آخر سلسلہ عالیہ مداریہ کے وقار وعظمت پر ایک تحقیقی تجزیہ	9
40		ایک نعمت عظمیٰ "پانی" عطائے ربانی	10
43	مراسلہ۔ محمد جنید خاں دہلی	حضور غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ	11
46	پروفیسر سید جلال الدین	اسلامی تاریخ کی انمول وراثت غار حرا اور غار ثور	12
53	مولانا عرفان الحق قادری الجامعۃ الغوثیہ کھٹیمہ	حضور مدار پاک ایک نادر الوجود شخصیت	13
55	الحاج سید ظہیر المنعم بن میاں مرحوم رحمۃ اللہ علیہ	زندگی ایک بیش قیمت سرمایہ	14
57	مولانا صاحب علی یار حید روحیدی	ایک عظیم داعی اسلام	15
59	الشاہ مفتی غلام یحییٰ وقاری	نعرۂ دم مدار بیڑا پار کی شرعی حیثیت	16
63		हज़रत मौलाना सैय्यद मो० हाशमी मियाँ किछौछा शरीफ की इन्साफ पसंद तहरीर	17

this PDF download from Madaarimedia.com

اداریہ

مصائب کی یورش کا علاج کیا ہے؟

ہماری آج کی اس دنیا میں جو بظاہر ترقی اور علم وفن کی دنیا ہے انکشافات وایجادات کی دنیا ہے۔ فن طب اور سرجری نے بھی ناقابل قیاس حدود کو پار کیا ہے۔ مگر حیات انسانی کی حفاظت اور اس کی بقا ہر آن وہر لمحہ خطرے میں ہے۔ واقعات وحوادث کچھ اس طرح پیش آرہے ہیں کہ عقل انسانی حیران ہے۔

قحط سالی، سیلاب، سمندری طوفان کی ہلاکت خیزی، زلزلہ، سواریوں کی بھیانک ٹکر اور جہازوں کا گرنا اور نہایت منہدم ہوجانا مٹی کے تودوں اور پہاڑوں کی چٹانوں کے تلے دب کر مرجانا علاوہ ازیں قتل وغارت گری اور انسانی خون کی ارزانی ایسی عام ہوگئی ہے جیسے اب انسانوں کی کوئی قیمت ہی باقی نہیں رہ گئی ہے وہ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا جاتا ہے ایسا کیوں ہورہا ہے؟ مصائب کی یورش اور آفات کا یہ تسلسل کیوں ہے؟ اس کے پیچھے کون سی طاقت کام کررہی ہے اس پر بھی ہم غور کرتے ہیں؟

جب کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آتا ہے تو ہم اس کا سبب وعلت بیان کرتے ہیں اور خاموش ہوجاتے ہیں اور اپنی روش پر قائم رہتے ہیں اور یہ سوچ لیتے ہیں کہ مکان اس لئے گرا کہ بوسیدہ تھا، سواری اس لئے ٹکرائی کہ ڈرائیور کو نیند آگئی تھی۔ جہاز اس لئے گرا کہ کسی پرزہ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا سمندر میں طوفان اس لئے آیا کہ ہوا کا دباؤ کم ہوگیا تھا۔ ایک شخص تندرست توانا تھا اچانک حالت بگڑی اور اس نے دم توڑ دیا ایسا کیوں ہورہا ہے؟ ان تمام واقعات کے پیچھے یا پس پردہ وہ کون سی طاقت کام کررہی ہے؟ اس کا جواب سائنسدانوں کے پاس نہیں، علوم عصریہ کے ماہرین کے پاس نہیں اس کا جواب تو فقط علم نبوت کی روشنی میں مل سکتا ہے آیات قرآنی کی روشنی میں مل سکتا ہے لیکن ہم ان دونوں کی طرف رجوع نہیں کرتے بس ظاہری اسباب وعلل بیان کرکے خاموش ہورہتے ہیں۔

قرآن کریم میں خالق کائنات نے ان مصائب کی یورش کا علاج بھی بتادیا ہے۔ ضرورت ہے اس علاج کو تلاش کرنے کی۔

آج ہم مادی طاقتوں سے گھبرا کر دنیا کے حادثات پر تبصرہ کرتے ہیں مگر ہم نے روحانی قوتوں پر نظر رکھنا چھوڑ دیا ہے جب کہ رسول پاک کی امت کو اللہ تعالیٰ نے ایسے قادر اور بااختیار رہنما عطا فرمائے ہیں جو ہماری دنیا وآخرت کے تمام مصائب کا علاج رکھتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہم اولیائے کاملین کے دامن سے وابسطہ ہوں ان کی چوکھٹ پر سر تسلیم خم کرکے ان کے توسل سے دعائیں مانگیں اور زندگی کا سکون تلاش کریں۔

ادارہ ''رہبر نور'' شہنشاہ ولایت فرالافراد قطب الارشاد سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کے آستانہ پاک پر حاضری دیگر مصائب کی یورش کا علاج تلاش کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

چیف ایڈیٹر

اسلام ہر دور کی قیادت کر سکتا ہے

(ایک نہایت اہم تحقیق)

یہ ایک ایسا سوال ہے جو آج کل مادی ترقی کو دیکھتے ہوئے تقریباً ہر انسان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ۔

اس قسم کا سوال اسلام جیسے دین حق کے بارے میں اٹھانا ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ اسلام ایک قوت ہے، ایک طاقت ہے، ایک اسپرٹ ہے۔

درحقیقت اسلام ایک انقلاب ہے۔ ایسا انقلاب جس نے قیصر وکسریٰ کے ایوان میں زلزلہ پیدا کر دیا، ایسا انقلاب جس نے گم کردہ راہ انسانیت کو انسانیت کا درس دیا۔ ایسا انقلاب جس نے ذلت میں پڑی ہوئی قوموں کو بام عروج پر پہنچا دیا، ایسا انقلاب جس نے وحشی وخانہ بدوشوں کے ساری دنیا کا راہنما بنا کر چھوڑا اور ایسا انقلاب جس نے حیوان صفت اور درندہ خصلت انسانوں کو فرشتہ بنا دیا۔ ان کی ایسی اصلاح ہوئی کہ وہ اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔

جو تحریک ان اعلیٰ صفات سے متصف ہو کیا اس کے متعلق یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ دور حاضر کی قیادت نہیں کر سکے گی۔

انسانی مشین کو اس مشین پر محمول کیجئے جس مشین پٹرول اور بیڑی دونوں کے سہارے چلتی ہے۔ جس کے بعض پرزے پٹرول کے محتاج ہیں اور بیڑی کے۔

ایسے ہی انسانی مشین بھی مادہ اور روح دونوں سے مل کر بنی ہے۔ اس کی بعض حرکتیں مادے کی محتاج ہیں اور بعض روحانیت کی محتاج ہیں۔ ایک ایسی مشین جو دو مختلف طاقتوں سے چل رہی ہو

اس سے مقصد برابری کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اسلام کے مکمل نظام حیات کو دیکھنے کے بعد مذکورہ بالا سوال یعنی ......

کیا اسلام دور حاضر کی قیادت کر سکتا ہے؟ کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ایسے لامذہب ولادینی دور میں بھی جب کہ انسان انتہائی ترقی کرنے کے باوجود بھی غیر مطمئن اور پریشان ہے قیادت کر سکتا ہے اور اسلام کے اندر قیادت وامامت کی پوری پوری صلاحیت وقدرت موجود ہے۔

اس کے علاوہ جو دوسرے مذاہب اور ادیان ہے مثلاً بدھ مت، جین مت، ہندو مت، سیکارازم، کمیونزم اور مسیحت وغیرہ قطعی اس کی صلاحیت واہمیت نہیں رکھتے ہیں کہ وہ دور حاضر کی قیادت کر سکیں اور اس کی ذمہ داری اپنے سر لیں۔

اس لئے بدھ مت، ہندو مت اور جین مت انسان کو چند پوجا پاٹھ کا رسوم اور نفس کشی کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتے اور عصر حاضر کے مسائل حل کرنے سے بکسر قاصر ہیں۔ اور ایسے ہی سیکولرازم نہ کسی روحانی ترقی میں انسان کی مدد کر سکتا ہے اور نہ مادی ترقی ہیں۔

سیکولرازم کے ماننے والوں یعنی اہل مغرب نے جو ترقی کی جاتی ہے اس کے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سیکولرازم سے یہ کام تو کیا ہے کہ اہل مغرب کو خدا اور آخرت سے غافل بنا کر مادے کا عاشق اور اسکی لذتوں کا طالب بنا دیا ہے لیکن اس نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جن اخلاقی اوصاف کا سہارا لیا ہے وہ ہرگز اسکی پیداوار نہیں ہیں۔ اس لئے یہ مادی ترقی بھی ......

سیکولرازم کی وجہ سے نہیں اور روحانی ترقی کا اس کے یہاں نام نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کمیونزم نے انسانیت سے روٹی کے خاطر وہ چیز چھین لی جس کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ کمیونزم میں عوام کی حیثیت ایک مزدور سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ لازمی طور پر محنت کی جاتی ہے اور پیٹ بھرا جاتا ہے لیکن انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر۔ دونوں طاقتوں کے استعمال میں توازن واعتدال برقرار رکھا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو دونوں قاتون کو متعدل ہو۔

انسانی مشین جو بالکل اسی نوعیت کی ایک مشین ہے اور اس کے بنانے والے اس سے کام لینے والوں نے ایک ایسا ہی محرک اور متعدل طریقہ بنایا ہے اور وہ طریقہ وہی ہے جس کو ہم سب اسلام کے نام سے جانتے ہیں۔

مادہ چونکہ ایک تغیر پزیر اسی وجہ سے مادی امور بدلتے رہتے ہیں اور ان میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے اور مادہ پر ایسے زمانے بھی آتے ہیں جن میں وہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچ جاتا ہے۔

عصر حاضر بھی انھیں زمانوں میں سے ایک زمانہ ہے آج مادی امور اپنے عروج کو پہنچ چکے ہیں۔ دنیا نے اعتدال کی راہ چھوڑ دی ہے اور عصر حاضر مادی قوتوں کا غلام بن کر رہ گیا ہے۔

روحانیت کیا ہے؟ شاید عصر حاضر کے کان بھی اس سے کسی طرح بھی آشنا نہ ہوں آج عصر حاضر چاند ستاروں پر کمندیں پھینکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ایک کتے کو چند گھنٹوں تک مصنوعی طور پر مردہ کر کے زندہ کرنے پر قادر ہو گیا تھا۔ خلا میں آواز سے بھی تیز رفتار سفر کر کے ریکارڈ قائم کر چکا ہے چاند ستاروں پر حکومت کرنے کے منصوبے بنا چکا ہے۔

یہ سب کچھ ہے مگر کیا اس کو راحت و آرام، سکون و چین نصیب ہو سکا ہے؟ کیا وہ مردہ دلوں کو زندہ کرنے پر قادر ہو سکا ہے؟ کیا وہ اپنے اوپر حکومت کرنے اور جذبات پر قابو پانے پر کامیاب ہو سکا ہے؟ ان سوالات کے جوابات اثبات کے بجائے یقیناً آپ کو نفی میں ملیں گے۔ کیا آج سے صدیوں پہلے ایک مسلمان سائنس داں نے ایک روشن چاند فضا میں معلق نہیں کر دیا تھا اور اس سے آگے بڑھ کر دنیا کا وہ عظیم ترین انسان جن کو ہم اپنا پیغمبر اور راہ انما حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتے ہیں کہ کیا ہمارے آقا نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی اور آواز سے زیادہ برق رفتاری کا ریکارڈ قائم نہیں کر دیا؟ تاریخ کے اوراق میں معراج کا واقعہ سنہرے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

مجھ سے میرے آقا کو کس درجہ محبت ہے

سید عظیم الباقی عظیم مکن پوری

اے رحمت دوعالم تو مقصد رحمت ہے
محتاج کرم تیری اللہ کی خلقت ہے
آقا کی محبت ہی بخشش کی ضمانت ہے
اس بندہ نوازی پر نازاں میری قسمت ہے
جس سجدے کو مل جائے نقش کف پا ان کا
وہ سجدہ مستانہ معراج عبادت ہے
دل عشق محمد سے معمور کئے تو نے
آئینہ کرم عالم یہ تیری عنایت ہے
افسردہ مرے غم پر ہوتے ہیں مدینے میں
مجھ سے میرے آقا کو کس درجہ محبت ہے

منقبت مدار العالمینؒ

علامہ ادیب مکن پوری

وارث خلق مصطفےٰ تیرا عجیب رنگ ہے
وہ بھی ہے گل کا مستحق ہاتھ میں جسکے سنگ ہے
شان مدار دو جہاں دیکھ کے عقل دنگ ہے
جلووں کی انتہا نہیں ظرف نظر ہی تنگ ہے
مست شراب معرفت انکا ہر اک ملنگ ہے
باغ کا حال ہوگا کیا پھول کا جب یہ رنگ ہے
سمجھیں حضور آپ ہی مقصد و مدعاء دل
ہم کو شعور التجا اور نہ طلب کا ڈھنگ ہے
یہ جو ہاتھوں کا ہے سر میں تیرے جنوں بھرا
منکر شان اولیاء یہ تو خدا سے جنگ ہے
سلسلۂ مدار کو جس نے غلط کہا ادیبؔ
سمجھو خود اسکا سلسلہ اک کٹی پتنگ ہے

جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم معراج سے واپس ہوئے ہیں تو آپ کے وضو کا پانی بہتا ہوتا ہے اور بستر استراحت ویسے ہی گرم رہتا ہے اور دروازے کی زنجیر ویسے ہی ہل رہی ہوتی ہے کیا عصر اس قسم کی ایک بھی مثال پیش کرسکتا ہے؟

اسلام اس سے بھی زیادہ متحیر کن مثالیں پیش کرچکا ہے اور آئینہ بھی ایک ایسے وقت کا منظر ہے جب کہ ایک مادی طاقتوں کا حامل دنیا میں آئے گا جس کا ذکر اسلام نے ''دجال'' کے نام سے کیا ہے۔ وہ شخص بغیر مادی وسائل کے کے مادی امور کو دکھائے گا اگر آج کے سائنس داں جند گھنٹوں تک ایک مردہ کتے کو مصنوعی طور پر زندہ رکھ سکتے ہیں۔ تو ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے جب کہ ان سائنس دانوں کا سردار حقیقتاً مار کر دوبارہ زندہ کرے گا۔ لیکن اس کی طاقت بھی ایک دن بادشاہت سے زیادہ نہ ہوگی۔

آخر کار فتح کامرانی اسی نظام کی ہوگی جو مادیت اور روحانیت دونوں کو استعمال کرتا ہوگا پھر وہ وقت آجائیگا جب کہ ان تمام سائنس دانوں کا خالق ایک ایک ہتھیار استعمال کریگا۔ جس کی طاقت ایٹم بم اور آن واحد میں دنیا کو نیست و نابود کر کے رکھ دیگا۔

عصر حاضر اس ہتھیار کو نہ مانے اس پر یقین نہ کرے لیکن کتنی ایسی حقیقتیں ہیں جن کا انکار کرنے کے بعد اس نے تسلیم کرلیا ہے اور اس حقیقت کو بھی اسے ماننا پڑے گا اور وہ مانے گا لیکن وہ وقت ایسا ہوگا جب کہ ماننا ان کے لئے مفید نہ ہوگا یعنی ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

اسلام کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ سائنٹفک دور کا آغاز جو چودھویں صدی عیسوی سے بلکہ نزول قرآن کی تاریخ چھٹی صدی عیسوی سے ہوا ہے۔

اسلام ہی نے سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا ہے اور انسان کو یہ اہلیت دی گئی ہے کہ وہ عقل و تجربہ کی رہنمائی سے ان پر قدرت حاصل کرسکتا ہے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ سائنس کے عناصر کو دیگر مذاہب یا تو ممدوح بنا کر پوجتے تھے یا پھر مذموم سمجھ کر ان کا تعلق بھوت پریت سے جوڑ دیتے تھے اور جس وقت دنیا کو لوگ یا تو مشاہد سے تعبیر کرتے تھے ۔۔۔۔۔۔ جیسے سقراط کا نظریہ تھا یا اس کو فریب نظر کہا کرتے تھے اور اس سے ملتا جلتا ہی ہندو عقیدہ بھی تھا یعنی مادی کائنات سراب ہے اور یہ پرمیشور کا سپنا ہے۔

اسلام نے ان خیالات کے برخلاف حقیقت پیش کی

"سورہ رعد" میں ہے (کہ ہم نے جو کچھ کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں پیدا کیا ہے وہ باطل نہیں یہ ان کا ظم ہے جو حقیقت سے انکار کرتے ہیں اور ان کی قیاس آرائیاں ہیں۔) اور ایسے ہی "سورہ بنی اسرائیل" میں فرمایا کہ خدا نے دنیا کو حقیقت ثابت کر کے پیش کیا کیونکہ بے مقصد سمجھ کر کوئی کام کرنا اس کے شایان شان نہیں۔"

حقیقت میں اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ سے انسان مادی اور روحانی ترقی کر سکتا ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ صرف دنیوی یا دینی ترقی کا قائل نہیں ہے بلکہ وہ دین و دنیا کا ایک ملا جلا تصور پیش کرتا ہے دونوں کو لازم ملزوم قرار دیتا ہے۔

اسلام کی نزدیک انہیں کی آخرت درست ہو سکتی ہے جو دنیوی امور میں بھی متوازن اور پاکیزہ زندگی گذارتے رہے ہوں اور اسلام کے نزدیک ایسی دنیا محبوب ہے جو دین کے بتائے ہوئے طریقہ سے حاصل کی گئی ہو۔ اسی لئے اسلامی نظام کو دیکھ کر ایک امریکن مفکر جارج ایمرسن لکھتا ہے۔

"اسلام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مذہب کے پرانے تصور کو بالکل بدل دیا ہے جسکے تحت انسان مذہب کو محض روحانی ترقی اور خالق کائنات کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ سمجھتا تھا اس کے برعکس اسلام کے مذہبی تصور میں انسانی زندگی کا پورا نظام شامل ہے اور اس سے انسان کو اس بات کا یقین دلایا جاتا ہے کہ جو شخص بھی اس زندگی پر عمل کرے گا وہ مادی فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خالق کائنات کی رضامندی بھی حاصل کرے گا۔

غزل

سید مرتضیٰ حسین رہبرؔ مکن پوری

نہ ہٹاؤ مجھے بنیاد کا پتھر میں ہوں
مجھ کو پہچانوں عمارت کا مقدر میں ہوں

ایک ایوان حسیں اب بھی مرے ذہن میں ہے
اور دنیا یہ سمجھتی ہے بے گھر میں ہوں

اپنی منزل سے بغاوت نہیں اچھی ہوتی
غم کے دریاؤ! نہ بھولو کہ سمندر میں ہوں

میں ہوں ایک خار محافظ ہوں مگر پھولوں کا
میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ گل تر میں ہوں

بے خطا ترک محبت کی سزائیں سہہ کر
جو تمہیں یاد کیا کرتا ہے اکثر میں ہوں

کسی رہرو نے نہ پایا حد منزل کا سراغ
اور اس پر بھی یہ دعویٰ ہے کہ رہبرؔ میں ہوں

قطعہ

علامہ ادیبؔ مکن پوری

جو مائل زمزم ہو نہ سکا وہ قائل کوثر کیا ہوگا
دیدار ولی کے منکر کو دیدار پیمبر کیا ہوگا

تاباں ہے جمال قطب جہاں پرنور ہے ہر قلب زائر
ہو جس کی کرن کا یہ عالم وہ مہر منور کیا ہوگا

حضور مدار پاک اور تبلیغ دین

مولانا سید مختار شاہ اشرفی نعیمی مقیم حال امریکہ

بارگاہ قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نذرانہ کے طور پر ذہن میں مستحضر چند سطور محض استوری نسبت غلامی کے لئے پیش ہیں اللہ کرے شرف قبولیت عطا ہو۔

ناظرین وناقدین یہ بات قطعی مسلم ہے کہ کسی بھی نبی یا ولی کی زندگی کا سب سے اہم پلو اس کے ذریعہ دین برحق کی تبلیغ وتشہیر ہے اس خاکدان گیتی پر جتنے بھی نبی یا ولی تشریف لائے ان سبھی نے سب سے زیادہ وقت دین برحق کی تبلیغ کیلئے صرف فرمایا اور یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ ہر دور میں تبلیغ دین کی پالیسیاں بدلتی رہیں طریقے بدلتے رہے ہر نبی اور ہر ولی کو اس کے دور کے طور وطریقہ کے مطابق دین برحق کی تبلیغ کیلئے منجانب اللہ تیار کیا گیا اور اسی طرح یہ سلسلہ صدیوں تک جاری رہا اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ نیز واضح رہے کہ حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہری دور حیات کے بعد دین متین کی تبلیغ وتشہیر کی پوری ذمہ داری اولیائے امت وعلمائے ربانیین کے سپرد ہوئی اور قیامت تک اب یہ ذمہ داری یہی نفوس قدسیہ انجام دیتے رہیں گے۔

آمدم بر سر مطلب

حامل مقام صمدیت حضور سیدنا سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قطب المدار قدس سرہ متولد 242 ہجری متوفی 838 ہجری کا اسم گرامی بھی مبلغین اسلام کی فہرست میں بہ حرف جلی لکھا ہوا ہے۔ آپ متحدہ ہندوپاک کے اولین مبلغین اسلام میں سرفہرست ہیں آپکا دائرہ تبلیغ وارشاد اس درجہ وسیع وعریض ہے کہ بڑے سے بڑا مؤرخ وقلم کار اسے حصار تحریر میں لانے سے قاصر ہے اس کی وجہ خاص یہ ہے کہ چونکہ آپ کا دائرہ تبلیغ وارشاد کا تقریباً ساڑھے پانچ صدیوں کو محیط ہے اور اس مدت دراز میں آپ نے پوری دنیا کا سفر فرما کر ساری دنیا میں اسلامی تعلیمات کو پہونچایا اور عموماً یہ بات پائی جاتی ہے کہ کسی کے کارنامے اس کی ظاہری زندگی میں لکھے نہیں جاتے حیات وخدمات پر قلم بعد وفات اٹھتے ہیں۔ یہ سلسلہ شروع ہی سے چلا آرہا ہے اور آج تک جاری ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات وخدمات کا تین حصہ منظر عام پر نہیں آسکا آپ کی تبلیغ کا سلسلہ تیسری صدی ہجری کی آخری دودہائیوں سے نوویں صدی ہجری کی ابتدائی چار دہائیوں تک چلتا رہا اس درمیان آپ بقید حیات رہے نیز کسی ایک مخصوص مقام کو مستقل جائے قیام نہیں بنایا۔ ضرورت دعوت وتبلیغ کے مطابق ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہے صاحب تذکرۃ الکرام نے لکھا ہے کہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار مرید شیخ طیفور بسطامی کے تھے کہتے ہیں کہ وہ بظاہر کچھ نہیں کھاتے تھے اور ان کا کپڑا کبھی میلا نہیں ہوتا تھا اور نہ اس پر مکھی بیٹھتی تھی اور ان کے چہرے پر ہمیشہ نقاب پڑا رہتا تھا نہایت حسین وجمیل تھے چاروں کتب سماوی کے حافظ وعالم تھے کہتے ہیں کہ آپ کی عمر چار سو برس سے زائد تھی واللہ اعلم اور تمام دنیا کا سفر انہوں نے کیا تھا اور وہ اپنے وقت کے قطب مدار تھے اس لئے لوگ شاہ مدار کہتے ہیں۔

(تذکرہ الکرام تاریخ خلفائے عرب واسلام صفحہ 293)

اقتباس مذکور بالا میں صاف تحریر ہے کہ آپ نے پوری دنیا کا سفر فرمایا تھا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر ممالک کی تفصیل اب تک نگاہوں سے نہیں گزری اور نہ ہی ہر ملک کی تاریخ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی عین ممکن ہے کہ مستقبل کے محققین کی دریافت میں مزید تفصیلات بھی آئیں ان شاءاللہ۔

تاہم متحدہ ہندوستان جس میں پاکستان، بنگلہ دیش، شری لنکا، برما وغیرہ کے علاقات بھی ہیں ان کے علاوہ عرب بصرہ، ایران، عراق، روم، بخارا، سمرقند، تاشقند، افریقہ، امریکہ، جرمن، روس، افغانستان، چین، نیپال وغیرہ کے اسفار دینی کا تذکرہ مصنفین مؤرخین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے آج بھی دنیا کے مختلف ممالک سے لوگ مکن پور شریف آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بھی حضور مدار پاک کے نشان قدم موجود ہیں افریقہ کے ایک صاحب نے فون کر کے بتایا تھا کہ ہمارے ملک میں سرکار مدار پاک کے کئی چلہ جات موجود ہیں روس اور امریکہ جیسے ممالک بھی قدم مدار کی برکت سے مستفیض ہیں خود عرب شریف خاص مکۃ المکرمہ کے اندر محلہ الشامیۃ المداریۃ موجود ہے اور نسبت مداری سے منسوب حضرات آج بھی وہاں آباد ہیں۔ مکن پور شریف کے ایک شیخ طریقت نے سفر حج کے دوران ملنگان کرام یک ایک جماعت خواب میں دیکھی اور ان سے پوچھا کہ آپ حضرات بھی تشریف لائے ہیں؟ ملنگان کرام نے فرمایا کہ ہم لوگ جدہ میں رہتے ہیں اور یہاں برابر آتے رہتے ہیں۔ حضور مدار پاک قدس سرہ نے ہر چند کہ پوری دنیا کی سیاحت فرمائی اور ہر مقام پر دعوت اسلام کو پہونچانے کا بے مثال کارنامہ انجام دیا لیکن چونکہ ہندوستان بہت بڑا ملک تھا اور وہ بھی آپ کے دور کا اکھنڈ بھارت تو بہت ہی بڑا تھا جس کے پیش نظر اس ملک کو آپ کی برکات سب سے زیادہ میسر ہوئیں اور آپ نے پورے ہندوستان میں کوئی علاقہ نہیں چھوڑا جہاں اب بغرض تبلیغ اسلام نہ پہونچے ہوں چنانچہ اس بابت آپ ہندوستان کے تمام بزرگان دین و مبلغین اسلام پر سبقت لے گئے اس کی ایک خاص وجہ جو آسانی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے وہ آپ کی چھ سو سالہ حیات طیبہ ہے جو دیگر مبلغین اسلام اور بزرگان دین کو نہیں ملی ہم نے ہندوستان کے طول وعرض میں جس قدر سفر کئے تو اس میں بھی یہی مشاہدہ ہوا کہ ملک بھارت کو جس بزرگ نے اپنے قدموں سے سب سے زیادہ فیضیاب کیا اور لوگوں کو داخل اسلام فرمایا وہ بلاشبہ حضور قطب وحدت سیدنا سرکار بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کی ذات والاصفات ہے۔ اتر پردیش انڈیا میں ہزاروں مقامات ایسے ہیں جہاں آپ کے سلسلہ پاک کے ملنگان عظام کی نشانیاں موجود ہیں اور آج بھی ان مقامات سے فیوض وبرکات کی تقسیم ہو رہی ہے ہر علاقے میں آپ کی چلہ گاہیں موجود ہیں۔ کانپور، لکھنؤ، بنارس، جون پور، اعظم گڑھ، بھدوہی، گورکھپور، مرزاپور، گونڈہ، بارہ بنکی، فیض آباد، بہرائچ، سلطان پور، امیٹھی، امبیڈکر نگر، رائے بریلی، جالون، جھانسی، آگرہ، متھرا، الہ آباد، سدھارتھ نگر، سنت کبیر نگر، بستی غرض یہ کہ پورے اتر پردیش میں آپ کی چلہ گاہوں اور آپ کے ملنگان عظام کی گدیوں اور خلفائے کرام کی خانقاہوں کا جال بچھا ہوا ہے اور یہی حال صوبہ بہار، ایم پی، مہاراشٹر، گوا، گجرات، راجستھان، آندھرا پردیش، بنگال، مدراس، دہلی، پنجاب اور تمام صوبہ جات کا بھی ہے جہاں پر چہار جانب آپ کے چلے اور خلفاء کی خانقاہیں ملنگان پاک باز کی گدیاں موجود ہیں جو بابانگ دہل آپ کی دینی خدمات کا اعلان کر رہی ہیں اور مزے کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت مدار پاک کی چلہ گاہوں پر آج بھی خلقت کا ازدحام ہوتا ہے اور لوگ بامراد ہو کر واپس جاتے ہیں۔ یہی تمام وجوہات ہیں کہ ہندوستان و بیرون ہند ہر مقام پر آپ کی شہرت اور آپ کا چرچہ ہے بعض مقامات تو ایسے ہیں جہاں آپ سے منسوب کئی رسومات بھی قائم ہیں جو آپ کی مقبولیت کا احساس دلاتی ہیں۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ بغرض تبلیغ اسلام وندیا چل بدری ناتھ کاشی ایودھیا متھرا وغیرہ بھی تشریف لے گئے اس دور ترقی میں بھی اتنی تعداد میں مدارس اسلامیہ نہیں ہیں جتنی تعداد میں سلسلہ مداریہ کی خانقاہیں ہیں بزرگان دین نے ان کے احصار وشمار کا بھی اہتمام فرمایا ہے چنانچہ جناب معصوم علی شاہ ملنگ گدی نشین خانقاہ مداریہ پنہار ضلع گوالیار ایم پی کے مطابق سلسلہ مداریہ کی خانقاہوں کی تعداد تین لاکھ سے زائد ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ھٰذا.

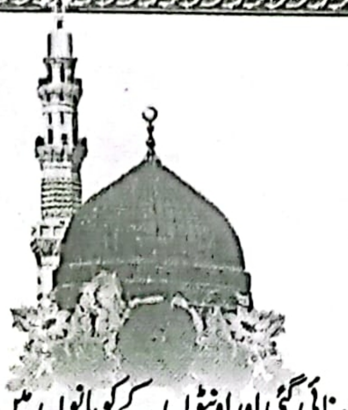

صلح حدیبیہ بیعت رضوان

ایک تاریخی تجزیہ

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس سے متصل ایک گاؤں ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ آبادی مکہ مکرمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب کرام مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض نے حلق کروایا اور بعض نے قصر۔ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خواب کو صحابہ کرام سے سنایا تو ان لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ کی محبت نے پورے جوش وخروش سے انگڑائی لی اور آتش شوق بھڑک اٹھی، زیارت بیت اللہ کی تمنا نے ہر ایک صحابی کو بے چین ومضطرب کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے عمرہ کے لیے چلنے کو فرمایا۔ ان لوگوں نے بہت جلدی کی اور فوری تیار ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ انور تشریف لے گئے غسل فرمایا دو کپڑے زیب بدن اطہر کئے اور اپنی سواری قصواء پر روانہ ہوئے۔ طلوع ہلال ذی القعدہ ۶ھ کہ جس دن پیر تھا آپ نے قصد عمرہ کر کے سفر کا آغاز فرمایا۔ مدینہ منور پر آپ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ کے ہمراہ پندرہ صحابہ کرام تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز ظہر ادا کی۔ ہمراہ سوائے تلواروں کے جو چرمی میانوں میں تھیں اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ آپ نے اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لئے و نیز صحابہ کرام نے بھی قربانی کے اونٹ ساتھ رکھے۔ ذوالحلیفہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کو طلب فرمایا انہیں جھول پہنائی گئی اور اونٹوں کے کوہانوں میں داہنی طرف نشان قربانی بنائے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈالے گئے تمام اونٹ رو بہ قبلہ تھے ان کی تعداد ستر تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ عباد بن بشر (بروایت دیگر بسر بن سفیان) کو بیس سواروں کے کے ہمراہ آگے روانہ فرمایا تا کہ وہ حالات دریافت کر کے اطلاع دیں۔ آپ کے ہمراہ جو صحابہ کرام تھے ان کی تعداد کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ پندرہ سو چودہ سو یا سولہ سو صحیحین میں پندرہ اور چودہ کی تعداد کے بارے میں علی الترتیب حضرت براء بن عازب اور جابر بن عبداللہ سے منقول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

مشرکین کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور صحابہ کرام کی کثیر تعداد ساتھ ہے تو وہ سب اس رائے پر متفق ہو گئے کہ آپ کو حرم شریف سے روکا جائے۔ وہ سب اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ آپ کا ارادہ جنگ کا ہے حالانکہ آپ صرف عمرہ کی ادائیگی کیلئے نکلے تھے اسی وجہ سے کوئی سامان جنگ اور سلاح حرب ساتھ نہ تھے صرف تلواریں بنام ہتھیار تھیں جو مسافرین کے سامان سفر میں ناگزیر ہوتی ہیں۔ مشرکین نے تیزی کے ساتھ آپ کو روکنے کے اقدامات کئے۔ بسر بن سفیان نے مکہ پہنچ کر تمام حالات معلوم کر لئے اور بلا تاخیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر اشطاط تک تشریف لا چکے تھے۔ مشرکین نے بلدح میں اپنا لشکر جمع کیا۔

خالد بن ولید یا بروایت دیگر عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں دو سو سواروں کا ایک دستہ کراع الغمیم کے آگے تک پہنچ گیا۔ خالد بن ولید اپنے سواروں کے ساتھ اتنا نزدیک پہنچ گئے تھے کہ انہوں نے صحابہ کرام کو صاف طور پر دیکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباد بن بشر کو حکم دیا کہ خالد بن ولید کے دستہ کے آگے صف باندھ لیں چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صف بندی کر لی۔ نماز ظہر کے وقت بطور خاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز خوف پڑھائی۔ جب شام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو العصل کی داہنی جانب کے راستہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور حدیبیہ کے قریب پہنچ کر قیام فرمایا۔ یہاں کے چشموں میں پانی نہ تھا۔ موسم گرما اور سفر کے باعث پانی کی کمی اور پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر مرحمت فرما کر ایک چشمہ میں نصب کر دینے کا حکم دیا جب تعمیل کی گئی تو اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ سارے مسلمان سیراب ہو گئے۔ یہاں بار بار بارش بھی ہوتی رہی اور پانی کی کمی کا کوئی مسئلہ نہ رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدیل بن ورقاء اور خزاعہ کے چند سوار آئے، انہوں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کی کہ ہم آپ کے پاس آپ کی قوم کی طرف سے آئے ہیں۔ کعب بن لوی اور عامر بن لوئی نے مختلف جماعت کے لشکروں سے اور اپنے فرماں برداروں سے آپ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہونے کی خواہش کی ہے۔ ان کے ہمراہ اونٹ، بچے والے جانور، عورتیں اور بچے ہیں انہوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ اس وقت آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ نہ کھولیں گے جب تک ان کے بڑے لوگ ہلاک نہ ہو جائیں۔ ان کی باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہم کسی شخص کی خونریزی کے لئے نہیں آئے ہم تو صرف اس لئے آئے ہیں کہ اس بیت (بیت اللہ) کا طواف کریں جو ہمیں روکے گا نتیجہ کا ذمہ دار ہوگا۔ بدیل واپس ہوا اور قریش کو اس بات کی اطلاع دی۔ قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی بتا دیا کہ ہم صرف بیت اللہ کے طواف کے لئے آئے ہیں۔ خونریزی یا لڑائی مقصود نہیں۔ عروہ نے بھی قریش کو آپ کے جواب سے مطلع کیا۔ پھر قریش کی طرف سے مکرز بن حفص بن الاحنف آیا۔ آپ نے اس سے بھی وہی فرمایا جو اس کے پیشرؤں سے ارشاد کیا تھا۔ مکرز نے بھی واپس ہو کر قریش کو بتایا۔ قریش نے پھر حلیس بن علقمہ کو بھیجا وہ اس روز مختلف جماعتوں کے لشکروں کا سردار تھا اور خود بھی عبادت کیا کرتا تھا۔ جب اس نے ہدی (قربانی) کے جانوروں کو دیکھا کہ ان پر بار ہیں اور بہت زمانے تک رکے رہنے کی وجہ سے ان کے بال جھڑ گئے تو اس نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بڑی بات سمجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کئے بغیر قریش کے پاس واپس ہو کر کہا کہ واللہ تمہیں ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے راستہ ضرور کھولنا پڑے گا ورنہ میں لشکروں کو منتشر کر دوں گا۔ قریش نے التجا کی کہ ہمیں کچھ مہلت دے کہ ہم اپنے لئے کسی ایسے شخص کو اختیار کر لیں جس سے ہم راضی ہوں۔

حدیبیہ میں قیام فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے خراش بن امیۃ الکعبی کو قریش کی جانب اپنی طرف سے بھیجا تاکہ وہ انہیں اطلاع دیں کہ آپ کی تشریف آوری کی غرض و غایت کیا ہے اور قریش پر واضح کر دیں کہ ہماری آمد کا مقصد محض بیت اللہ شریف کی زیارت ہے، جنگ و جدال نہیں۔ جب خراش بن امیہ مکہ مکرمہ پہنچے اور قریش سے گفتگو کرنی چاہی تو بجائے اس کے کہ ان کی بات سنی جاتی قریشیوں نے خراش کو گرفتار کر لیا اور درپے قتل ہوئے مگر خراش کے قبیلے والے جو وہاں موجود تھے درمیان میں آ گئے اور انہیں بچا لیا، البتہ اہل مکہ نے خراش کا اونٹ ذبح کر ڈالا۔ خراش بن امیہ کسی طرح بچ بچا کر واپس آ گئے اور واقعہ کی تفصیلات بیان کیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے پیام اقدس کے ساتھ قریش کے پاس بھیجیں۔ حضرت عمر نے معذرت کی اور عرض کیا "یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں، مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے۔ اگر آپ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بھیج دیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ ان سے فرمایا کہ تم قریش کے پاس جاؤ انہیں یہ اطلاع دو کہ ہم کسی کی خونریزی کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو صرف اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے، اس کی حرمت کی تعلیم کے لئے آئے ہیں ہمارے ہمراہ ہدی (قربانی کا جانور) بھی ہے جسے ہم ذبح کریں گے اور واپس ہوں گے۔ ابو سفیان اور دیگر رؤسائے قریش کے لئے یہ پیام تھا اور وہ مسلمان جو مکہ میں تھے اور اپنا اسلام ظاہر نہ کرسکتے تھے ان کے لئے یہ نوید بھیجی کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ سامان فتح فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر وغالب فرمائے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور قریش کے سرداروں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچا دیا و نیز شعفاء مسلمین کو بشارت سنادی۔ حضرت عثمان غنی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پاکر قریش نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مکہ میں داخل نہیں ہوسکتے، ہاں اگر تم چاہو تو تنہا طواف کرسکتے ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ سن کر خاموش ہوگئے لیکن حضرت عثمان غنی کو اپنے پاس روک لیا، اسی بناء پر حضرت عثمان کی شہادت کی خبر مشہور ہوگئی۔ اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو "بیعت الرضوان" کی دعوت دی۔ آپ نے مسلمانوں سے درخت کے نیچے بیعت لی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے بھی بیعت لی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر حضرت عثمان کے لئے رکھا اور فرمایا کہ وہ اللہ کی حاجت اور اس کے رسول کی حاجت میں گئے۔ روایت ہے کہ سب سے پہلے ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی (معجم طبرانی بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے ابو سنان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا "یارسول اللہ! بیعت کے لئے دست اقدس بڑھائیے"۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "تم کس چیز پر بیعت کرتے ہو"۔ ابو سنان نے عرض کیا "یارسول اللہ! میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپ کو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں"۔ آپ نے ابو سنان سے بیعت لی اور اسی پر سب نے بیعت لی۔ صحیح مسلم کی روایت کے بموجب حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی۔ زرقانی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنا اور بائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے (بخاری شریف) تو حضرت عثمان اس واقعہ کا ذکر کرکے فرمایا کرتے تھے کہ "میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ میرے داہنے ہاتھ سے کہیں بہتر تھا"۔ اسی بیعت کو "بیعت الرضوان" کہتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں ذکر فرمایا ہے "بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے"۔ (۴۸/۱۸، ۱۹) جلد ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صحیح و سلامت ہونے کا حال معلوم ہوگیا تاہم یہ حکمت الٰہی تھی کہ قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو بہت

مرعوب اور خوفزدہ ہوگئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کردیا (فتح الباری) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان قاصد آنے جانے لگے، سب نے آشتی و صلح پر اتفاق کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان قاصدوں کی آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آتے ہوئے نظر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا "البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہوگیا"۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ "قریش اب صلح کی طرف مائل ہوگئے ہیں، اس شخص کو صلح کے لئے بھیجا گیا ہے"۔ سہیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی دیر تک صلح کی شرائط پر بات چیت ہوتی رہی، سب نے آشتی و صلح پر اتفاق کیا۔ جو صلح نامہ ہوا اس کی تحریر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تفویض ہوئی۔ جو صلح نامہ لکھا گیا اس کا ترجمہ طبقات ابن سعد جزو ثانی میں اس طرح ہے۔

"یہ وہ (صلح نامہ) ہے جس پر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی۔ دونوں نے دس سال تک ہتھیار رکھ دینے کا عہد کیا کہ لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں اس طور پر کہ نہ خفیہ چوری ہو، نہ خیانت ہو یہ معاہدہ ہمارے درمیان (بندش فتنہ کے لحاظ سے) ایک بند صندوق کا حکم رکھتا ہے ہمارے درمیان مثل ایک صندوق کے ہے جو چاہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذمہ داری میں داخل ہو تو وہ ایسا کر سکے گا، جو شخص یہ پسند کرے کہ قریش کے عہد میں داخل ہو وہ بھی ایسا کر سکے گا ان میں سے جو شخص بغیر اپنے ولی کی اجازت کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے گا تو وہ اسے اس کے ولی کے پاس واپس کردیں گے، اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ اس سال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو ہمارے پاس سے واپس لے جائیں گے اور سال آئندہ وہ ہمارے پاس مع اپنے اصحاب کے اس طرح آکر مکے میں قیام کریں گے کہ ہمارے یہاں سوائے ان ہتھیاروں کے کوئی ہتھیار لے کے داخل نہ ہوں گے جو مسافر کے ہتھیار ہوتے ہیں"۔ ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابو عبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص بن الاخیف اس کے گواہ ہوئے۔

اس عہد نامہ کا عنوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا تھا، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھا اور اس کی نقل سہیل بن عمرو کو دی گئی۔ ابو جندل بن سہیل بن عمرو مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ مقید تھے اور مشکل سے چل سکتے تھے۔ سہیل نے انہیں دیکھ کر کہا کہ "یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے صلح کی بناء پر مطالبہ کروں گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کردیا اور فرمایا "اے ابو جندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہوگئی ہے اس لئے تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش کی سبیل پیدا کردے"۔

خزاعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ "ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد میں داخل ہوتے ہیں"۔ بنو بکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم قریش کے ساتھ انہیں کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔

جب صلح کی کارروائی تکمیل پاگئی تو سہیل اور ان کے جملہ ساتھی واپس ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی۔ حضرت خراش بن امیہ الکعبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کا حلق کرنے کی سعادت پائی۔ صحابہ کرام نے بھی قربانی کی اور ان میں سے زیادہ لوگوں نے اپنے اپنے سروں کا حلق کروایا یعنی بال منڈوائے۔ دوسروں نے بال کتروائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا "اللہ سر مونڈوانے والوں پر رحم کرے"۔ تب صحابہ کرام نے عرض کیا "یارسول اللہ! اور بال کتروانے والوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس روز سے زائد الحدیبیہ میں مقیم رہے بروایت دیگر آپ نے بیس دن قیام فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیانی مقام ضجنان میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورہ فتح نازل فرمایا "اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا. الی آخر السورۃ". حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا "یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو"۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کو مبارکباد دی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حدیبیہ کے دن تعداد میں چودہ سو تھے۔ بیعۃ الرضوان میں موجود صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ہم لوگ اس روز تیرہ سو تھے"۔ جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ بیعت کے دن آپ لوگ کتنے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم پندرہ سو تھے۔ لوگوں کو پیاس لاحق ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹے سے برتن میں پانی لایا گیا آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال دیا پانی آپکی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا جیسے وہ چشمے ہوں۔ ہم سبھوں نے اسے پیا اور وہ ہمیں کافی ہوگیا۔ راوی نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو ضرور ہمیں کافی ہو جاتا۔ ہم لوگ پندرہ سو تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

حسین وجمیل ارشادات

☆ اگر تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے اور وہ خدا کا نام لے تو اسے مارنا چھوڑ دو۔

☆ اس عورت پر جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتی ہے جائز نہیں ہے کہ کسی مردے کا تین رات سے زیادہ سوگ کرے۔ سوائے خاوند کے کہ اس کا چار مہینے دس دن سوگ جائز ہے۔

☆ اگر کوئی شخص ایک ایماندار مسلمان کو منافق سے بچائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کرے گا جو قیامت کے دن اس کے جسم کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا۔

☆ حضور سرورِ کائنات نے فرمایا کہ تم اپنے میں سے کسے پہلوان شمار کرتے ہو، اصحاب نے عرض کیا پہلوان وہ ہے جس آدمی پچھاڑ نہ سکیں۔ حضور رسول اللہ نے فرمایا نہیں پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، مگر اتنی زیادہ نہ ہو کہ میں بھول جاؤں حضور نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔

☆ جو کوئی شخص کسی مسلمان کی توہین کے ارادے سے اس پر عیب لگائے گا تو وہ قیامت کے دن دوزخ کے کسی پل پر روکا جائے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے۔

☆ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

☆ خدا کا ایلچی تین ہیں۔ غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والا۔

☆ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کے لیے ترغیب دیتا ہے تو اسے اسی قدر ثواب ملتا ہے جس قدر اس شخص کو جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس سے ان ہر دو کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور جو شخص کسی برے کام کی ترغیب دیتا ہے تو اسے اسی قدر گناہ ہوتا ہے جو سا کی پیروی کرتا ہے اور اس سے ان ہر دو کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

☆ ایماندار شخص کو کوئی دُکھ، تکلیف، بیماری اور غم نہیں پہنچتا کہ جس کی وجہ سے وہ فکر جو اسے اندیشے میں ڈالے اس سے اس کے گناہ دور نہ ہوں۔

☆ تم میں اچھے وہ لوگ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔

☆ جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت فرمائی تو باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (تقویٰ پرہیزگاری)

محبت

جناب نیاز احمد نیاز مرحوم
(بشکریہ رسالہ المدار 1956ء)

خالق مطلق نے اپنے اس تخلیقی شاہکار کو جسے انسان کہتے ہیں ہر جہتی خوبیوں کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس کے پیکر نحیف کو، عناصر کی ایسی متوازن ترتیب سے مرتب کر کے روح لطیف کی لطافتوں سے نوازا کہ اس اشرف المخلوقات میں، عناصر کے مزاج وخواص کی بنا پر، خیر وشر، عجز وغرور، تہور وانکسار یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں، اور جب یہ ''خلیفۃ الارض'' اس معمورۂ حیات میں، جسے دنیا کہتے ہیں، آیا اس مادی دنیا میں آتے ہی، فطری طور پر اس کے مادی عناصر کی جاذبیت اس کو اپنی طرف کھینچنے لگی؛ لیکن روح کا یہ تقاضا کہ وہ تمام مادّی بندھنوں کے الجھاؤ کے باوجود اپنی اصلیت کی طرف پرواز کر کے، انسان کو حدوراء الوریٰ سے آگے لیجا کر، خالق مطلق سے رشتہ جوڑ دے۔

''اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز ہے حسن''

غرض روح اور مادّہ کی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان مادّیت کی گتھیاں سلجھانے، اور ایجادات کی نئی نئی تماشا گری میں مصروف ہو گیا صرف یہی نہیں؛ بلکہ اپنے نقش ونگار کے حسن پر ایسا فریفتہ ہوا کہ خود ہی ان کی پرستش کرنے لگا۔ وہ دل جو صرف حسن ازل کا خلوت خانہ بننے کیلئے تخلیق ہوا تھا، بہ تقاضائے مقصد تخلیق، محاسن اور ان کے جلووں کی کثرت میں گم ہو گیا۔

ہو گیا مہمان سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی جو تیرا خاص خلوتخانہ تھا

اس طرح رجس، مادیت، نفاست روح پر غالب ہوتی چلی گئی اور انسان اپنی تخلیقی شرافت سے گرتے گرتے ضلالت کے سمندر میں تہہ نشین ہونے کے قریب تھا کہ قدرت نے سنبھالا اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

انسانی فکر جواب تک اپنے طور پر، خداجوئی وخداشناسی کی منزلوں میں بھٹکتی پھر رہی تھی، اسے قدرت نے چراغ ہدایت کی روشنی دکھا کر راہ پر لگایا۔ غرض انسانی تجسس اور احکام الٰہی کے اجالے میں آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا؛ لیکن ان دشواریوں کے ساتھ کہ اسے ہر قدم پر، مادّیت کے حسین مناظر، اپنی طرف متوجہ کرتے رہے۔ اس کی فطرت ان کی رنگینیوں میں غرق ہونے کے لئے ہمیشہ ان کی طرف ڈھکیلتی رہی۔ اور جب کبھی ذرا بھی سلسلۂ ہدایت میں خلع واقع ہوا تو انسانی فطرت راہ مستقیم سے، مطلق العنان گھوڑے کی طرح بدک گئی، فوراً ہی کسی نہ کسی نئے ہادی کو قدرت نے مبعوث فرما کر پھر اسے راہ پر لگا دیا اور انسان اسی طرح گمرہی اور ہدایت کی رسہ کشی کے باوجود، قدرت کے سہارے، آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا گیا۔

اس خالق کون ومکان کی کریمی کے صدقے، کہ اس نے اس خطا کار انسان کو فطری طور پر نہیں چلایا۔ اگر وہ چاہتا تو فطرت انسانی کبھی بے راہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ اس کی شان کریمی ہے کہ انسان کو آہستہ آہستہ اور راستے میں ڈھیل دے دے کر، اس منزل پر پہنچایا کہ جس کے لئے اسے خلق فرمایا تھا اور وہ مقصد کہ جس کا عہد ازل میں لیا تھا، اس کی تکمیل کا مطالبہ اگر اس سے شروع ہی میں مالک حقیقی کرتا، تو اس ذات لاشریک کو کون روک سکتا تھا۔

لیکن اس بے نیاز مطلق کی عین بندہ پروری ہے کہ اس نے اس خود رفتہ اور غیر مطمئن فطرت رکھنے والے انسان کو جگہ جگہ، اس کی منشاء کے مطابق بہت کچھ آزادی دیدی؛ لیکن اس کی صفت حفاظت جاری رہی اور ہر جگہ گرنے سے سنبھالا اور ذلتوں سے بچالیا۔ اس میں منشائے قدرت یہ تھا کہ انسان اپنے طور پر چلنے کا

خمیازہ بھگتنا جائے اوراس کو یہ عرفان ہوتا جائے کہ بغیر قدرت کے سہارے چلنا عمل کی رسوائی ہے۔

یہ سمجھ کر انسان اتنا مضبوط و مستحکم ہوگیا کہ اس نے ماسوا اللہ کی طرف رجوع ہونا اوراس سے محبت کرنا اپنے لئے حرام کرلیا۔اس لئے کہ اب تک وہ معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر، غیر اور بے حقیقت چیزوں سے محبت کرنے کی کافی سزا بھگت چکا تھا۔اب سے پہلے انسان سنبھل سنبھل کر جو خندقیاں کھاتا رہا اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ انسان آداب محبت سے پوری طرح واقف نہ تھا اور جب اسے قدرت کا آخری پیغام جس کا نام اسلام ہے، ملا تو یہ اچھی طرح آداب محبت کے نازک ترین امور سے واقف ہوگیا۔یعنی اس کو یہ سلیقہ آ گیا کہ محبت ایسی اچھوتی چیز ہے کہ اس کو اللہ کے سوا دنیا کی کسی شے سے مربوط کرنا محبت کی لطافتوں پر ظلم کرنا ہے۔تو وہ دنیا اور دنیا کے تمام لوازمات اور ساری مصروفیتوں سے خالی الذہن ہوکر اوراپنے دل سے وہ نقوش جو غلط محبتوں سے پیدا ہوگئے تھے۔ ہٹا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے جلوہ ہائے محبت کی آرزو کرنے لگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ یہ پیدا کی جاتی ہے یا پیدا ہوتی ہے،اسے انسان اختیار کرتا ہے یا یہ دل ودماغ پر خود طاری ہوجاتی ہے۔محبت ایک ایسی چیز ہے جس کا عرفان عقل وادراک کی حدوں سے باہر ہے۔اصل میں محبت کا تعلق روح سے ہے۔روح غیب ہے۔کسی غیب کا ظاہر ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے رازِ محبت بھی ایک ایسا راز ہے کہ جس حقیقت اس پر بھی نہیں کھلتی جس کا دل،دولت محبت سے مالا مال ہوتا ہے۔

ولی اکمل، عارف ذات وصفات لم یزل، حضرت خواجہ بایزید بسطامی عرف طیفوری شامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”تحت الثریٰ سے عرش عظیم تک جو کچھ بھی ہے میری نظر کے سامنے ہے اس کے علاوہ میرے رب نے مجھے مجھ پر اپنی الوہیت کے بعض اہم راز منکشف فرمادیئے ہیں؛لیکن صرف دو چیزیں ہیں جن کا عرفان اب تک مجھے نہ ہوسکا۔ایک تو نہایت وغابت محبت اور دوسرے نہایت مرتبت حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی محبت کی حقیقت اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتبت کا علم اسی کو ہے جو محبت اور محبوب دونوں کا خالق ہے۔

ادب گاہست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید این جا

بہر حال محبت کرنا اوراس کا عرفان ہونا،بس کی بات نہیں، یہ بالکل غیر اختیاری ہے،محبت کی نہیں جاتی،ہوجاتی ہے،یہ خود پیدا ہوتی ہے،پیدا کی نہیں جاسکتی۔البتہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل محبت کو یہ طریقہ بتایا ہے کہ انسان اپنے دل کو تمام آلودگیوں سے پاک وصاف کرکے،نہایت اخلاص کے ساتھ، اللہ تبارک وتعالیٰ سے انوار محبت کی بھیک مانگے۔

یہ اس کا کرم ہے کہ وہ جب چاہے اور جس قدر چاہے عطا کردے تمام آرزومندان محبت،شروع شروع محبت کی تمنا دل میں بسا کر تزکیہ قلب کیلئے خون پسینہ ایک کردیتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ دنیا میں رہتے بستے،کھاتے پیتے،سوتے جاگتے،اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے،ہر حال میں اور کاروبار تجارت،لین دین،رشتہ وپیوند کے برتاؤ کی مصروفیتوں میں مبتلا رہنے کے باوجود،دست بکار دل بہ یار، رہنے کی پوری پوری قوتیں اپنے میں پیدا کرلیتے ہیں یعنی ان کو اس قدر اخلاص حاصل ہوجاتا ہے کہ ان کے دل میں آرزوئے محبت کے سوا کچھ بھی نہیں رہتا۔تب باری تبارک وتعالیٰ کرم فرماتا ہے اوراپنے جلوۂ ہائے محبت سے نوازتا ہے اور وہ اس حقیقی محبت کو اپنے دل میں محسوس کرکے اس کے سوز لازوال کی غیر فانی کیفیتوں میں گم ہوجاتے ہیں۔انہیں طپش محبت کی بے پناہ لذتیں اتنی مہلت ہی نہیں دیتیں کہ وہ اور کسی طرف متوجہ ہوسکیں، لیکن!اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ دنیا سے بے تعلق ہوکر رہبانیت اختیار کرلیتے ہیں،وہ دنیا کی تمام لذتیں اپنے اوپر تو حرام کرلیتے ہیں لیکن دوسروں کو قابل حصول نعمات بتاتے رہتے ہیں۔وہ دنیا کی مدد فرماتے ہیں اور خود اللہ کے سوا کسی سے استعانت نہیں

چاہتے، وہ نمونۂ رحمت خداوندی بن کر دنیا میں رہتے ہیں لیکن اس کے الجھیڑوں میں اپنے آپ کو مبتلا نہیں کرتے۔ وہ جہد للبقا کی مصیبتیں جھیلتے اہل وعیال اور مخلوق سے واسطہ رکھتے ہیں لیکن کسی کو بھی سدراہ نہیں ہونے دیتے اور جب انہیں یہ شبہ بھی ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز ہمارے اخلاص میں خلل انداز ہونے والی ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے ترک کر دیتے ہیں۔ اس طرح محبت کے رکھ رکھاؤ کیلئے اپنے گھر بار، عیش وآرام عزیز واقرباء ملک ووطن سب کچھ تج دیتے ہیں؛ لیکن اخلاص ومحبت پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ جن خوش نصیبوں کو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت عطا فرمائی ہے تو وہ اپنا عزیز وطن چھوڑ کر ملکوں ملکوں آداب محبت کا درس دیتے پھرے۔ یہ تفتگان محبت جہاں کہیں پہنچے زندگی بھر لوگوں کے دلوں میں نور اخلاص اور انوار محبت کی شمعیں روشن کرتے رہے اور اس مادی زندگی کو خیر باد کہہ کر مزاروں میں بند ہو کر آج بھی محبت کی شعاتیں تقسیم کر رہے ہیں۔ ان کا فیضان محبت اسی طرح جاری ہے جس طرح ان کی زندگی میں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ صاحب دل اور صاحب ظرف لوگوں کو اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے محبت کے انوار ملتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے سرکاران، حضرت سیدنا قطب المدار سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر کیفیات محبت باری تبارک وتعالیٰ میں اس قدر محور ہے کہ دنیا اور دنیا کی کسی چیز سے تعلق ہی نہیں رہا۔ آپ محبت حقیقی کی اس منزل پر تھے کہ جسے مقام صمدیت کہتے ہیں اور مدت العمر اسی عالم میں گم رہے؛ لیکن یہ محویت ایسی محویت نہ تھی کہ آپ کی ذات بابرکات سے مخلوق خدا کو فیض نہ پہنچتا۔ بلکہ آپ کے دامن رحمت کے سایہ میں جو بھی سالک راہ محبت پر آیا تو آپ نے بیک فقرہ، بیک اشارہ، بیک توجہ، بیک نظر دولت انوار محبت سے اسے مالا مال فرما کر اسے اس کی آخری منزل پر پہنچا دیا اور آپ کا یہ دریائے فیض ذات باری تعالیٰ کی ہدایت کے ساتھ ساتھ ابدی ہے۔ اور آج بھی آپ کے فیوض وبرکات اسی طرح جاری وساری ہیں۔ آپ کے آستانہ مبارک پر لاکھوں طالبان محبت آتے ہیں اور نہال ہو کر واپس جاتے ہیں۔

دیدار کی پیاسی نظروں پر ہوتی ہے تجلی کی برکھا
بے پردہ یہاں ہے حسن ازل یہ جلوہ گہہ جانانہ ہے

☆☆☆

غزل

سید طیفور عالم منظر مکن پوری

جس کی قسمت میں جو تھا ثمر چن لیا
آپ نے گل تو میں نے شرر چن لیا

چاندنی ان کے آنگن میں چھٹکی رہی
تیرگی نے فقط میرا گھر چن لیا

اب کسی آستاں کی ضرورت نہیں
میرے سر نے تیرا سنگ در چن لیا

کہنے والوں نے لطف بیاں کیلئے
میرا افسانہ مختصر چن لیا

لٹ گیا اس کے ہاتھوں ہی زاد سفر
کارواں کا جسے راہبر چن لیا

شکریہ قلب منظر کرے گا ادا
تیرے تیر ستم نے اگر چن لیا

اسلامی فوج کیسے وجود میں آئی

انسان نے جب تک شہری زندگی میں قدم نہیں رکھا تھا وہ صحراؤں اور جنگلوں میں رہتا تھا اس کی فوجوں میں وہی لوگ ہوتے جو اس کے خاندان یا قبیلے کے ہوتے تھے۔

لڑائی کے وقت یہ لوگ بلا کسی تنظیم وتربیت کے اکٹھے ہو جاتے تھے۔ جنگ جیتنے کے بعد ہر شخص کو اس کی بہادری اور دلیری کے مطابق حصہ ملتا تھا۔

جب انسان نے شہری زندگی اختیار کی تو اس نے اپنے کاموں کی تقسیم کی پھر جب حکومت کی بنیاد پڑی تو سب سے پہلے فوج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت اس پیشے کی بنیاد پڑی۔

دنیا میں سب سے پہلی فوج باقاعدہ مصر میں بنی۔ مصر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے سے کوئی ۲۰۰۰ دو ہزار سال پہلے مصر کے ایک بادشاہ نے حبشیوں کی ایک زبردست فوج بنائی۔ جس نے مصر کے آس پاس کے تمام ملکوں کو فتح کر کے اپنی بادشاہی میں ملا لیا۔

مصریوں کی دیکھا دیکھی اشوری، فنیقی، یونانی اور بابلی قوم نے اپنی اپنی فوج تیار کی، یہ تمام دنیا کی سب سے پرانی قومیں ہیں۔ جن کا دنیا کی ترقی میں بہت بڑا حصہ ہے۔ انسانوں کی ترقی عمارت کی یہ تمام قومیں معمار ہیں۔

مسلمانوں سے پہلے ایرانی اور رومی حکومتوں کا فوجی نظام بہت باقاعدہ تھا۔ فوجوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان پر مختلف افسر ہوتے تھے۔ ان افسروں کا ایک بہت بڑا سردار ہوتا تھا۔ جسے سپہ سالار کہتے تھے۔

اسلام سے پہلے عرب میں فوجی نظام کوئی خاص نہ تھا قبیلے قبیلے الگ الگ تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی قبیلہ جنگ کے لئے تیار ہوتا تھا تو مردوں کو چھانٹ کر انہیں میں سے فوج تیار کی جاتی تھی۔ جن میں سوار پیدل دونوں قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ان کے پاس لڑائی کے ہتھیار تیر، کمان، نیزہ اور تلوار ہوتے تھے۔

عرب میں اسلام کا آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد مسلمان بت پرست عربوں سے بالکل جدا تھے۔ اسلام کی قوت نے ان کو کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے شروع میں تیرہ سال تک مکہ کی زندگی میں نہایت صبر وسکوں کے ساتھ ظلم سہے اور اُف تک نہ کی۔

ہجرت کے بعد مکہ کے کافروں نے جب مسلمانوں کا مدینہ میں رہنا مشکل کر دیا تو خدا کی طرف سے مسلمانوں کا اسلام کے مخالفوں سے لڑنے کی اجازت دے دی گئی۔ اب اسلام کی فوج تیار ہوئی۔ اسلامی فوج کا سپاہی ہر چھوٹا بڑا مسلمان تھا۔ اسلام کی پہلی فوج جس کے سردار وسپہ سالار ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس کے سپاہی مہاجر اور انصار تھے۔ اس پہلی فوج میں کل سپاہی تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے جنہوں نے رسول خدا کی سرداری میں بدر کی جنگ میں ایک ہزار تجربہ کار جنگی سپاہیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

یہ برکت تھی اسلام کی، یہ برکت تھی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کی، یہ کامیابی تھی ایمان کی، یہ کامرانی تھی اسلام کے بھائی چارے کی۔

رسول خدا کے زمانے میں اسلامی فوج کی حالت روز بہ روز ترقی کرتی گئی اور تین سو تیرہ (۳۱۳) سے بڑھتے بڑھتے

ہزاروں تک پہونچ گئی۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان سپاہی تھے۔ تبوک کی لڑائی میں اسلامی فوج کی تعداد بڑھ کر ۲۴ ہزار ہو گئی تھی۔

رسول خدا کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ اسلام ہوئے انہوں نے اسلامی فوجوں کی تنظیم کی۔ ان فوجوں نے دنیا کی مشہور اور منظم فوجوں کا مقابلہ کیا اور ان کو ہرایا۔ اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں میں ایک زبردست فوجی نظام پیدا کیا۔ فوجوں کے نئے طریقوں پر منظم کیا۔ ان فوجوں نے ایران اور روم کی فوجوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی فوجوں نے اسلامی ملکوں کو اور وسیع کر دیا۔ تم پوچھ سکتے ہو کہ وہ کونسی بات تھی جس نے اسلامی فوجوں کی زبردست تنظیم کی؟ وہ کون سا جذبہ تھا جس نے اسلامی فوجوں کو دنیا میں طاقتور بنا دیا۔

اسلامی فوجوں کی تنظیم توحید کے عقیدہ پر ہوئی۔ ایمان بالغیب پر ہوئی۔ اس عظیم الشان بھائی چارہ کے جذبہ پر ہوئی جس نے کالے گورے امیر اور غریب کو ایک بنا دیا تھا۔ جس بھائی چارہ کی بنیاد لا اِلٰہَ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین محکم رکھنا بھی تھا۔

اسلامی فوجوں کے سامنے ایک مقصد خاص بھی تھا۔ وہ مقصد تھا اسلام کا بول بالا۔ وہ مقصد تھا گرے ہوئے انسانوں کو اٹھانا خدائی قانون کو رواج دینا، خدا کے لئے تمام خواہشوں اور آرزوؤں کو قربان کر کے اسی کے لئے اپنی جان دے دینا۔ اسی جذبے نے اسلامی فوجوں میں ایک خاص روح پھونک دی جس نے ایران اور روم کی زبردست فوجوں کو ہمیشہ کے لئے شکست دے دی۔ انہیں فوجوں نے آدھی صدی میں آدھی دنیا سے زیادہ حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہوں نے دنیا کے سامنے جنگ کا ایک نرالا نمونہ قائم کیا تھا۔

۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے اس محکمہ کو منظم کیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت ابو ہریرہ بحرین کے حاکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے بحرین سے سالانہ آمدنی پانچ لاکھ جمع کی۔ حضرت عمرؓ کو اتنی رقم خرچ کرنے کے ذریعہ سوچنے پڑے۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس روپے کو فوجوں کی تنظیم کے لئے مخصوص کیا جائے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے فوجی محکمہ کو منظم اور باقاعدہ بنا دیا۔ غرضیکہ ۱۵ھ میں اسلام فوج کے دفتر کی بنیاد پڑی۔ اس طریقہ سے حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ملک کے تمام بسنے والے فوجی بن جائیں۔ یوں تو قرآن ہر مسلمان کو فوجی بننے کا حکم دیتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے شروع میں فوجی نظام کو منظم کرنے کے تین بڑے افسر مقرر کئے جن کے نام یہ ہیں، مخرمہ بن نوافل، زبیر بن مطعم اور عقیل بن ابی طالب۔

ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ انصار اور تمام قریش کی ایک فہرست تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام تفصیلی طور پر درج ہو۔

ان لوگوں نے ایک فہرست تیار کی جس کی ترکیب اس طریقہ پر تھی کہ پہلے بنی ہاشم یعنی رسول پاک کا خاندان پھر حضرت ابو بکرؓ کا قبیلہ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے رشتہ دار۔ حضرت عمرؓ نے اس ترتیب کو نہ پسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول خدا کے قبیلہ کو مرکز قرار دے کر فہرست تیار کی جائے۔ یعنی آنحضرت سے جس قدر قرابت داری دور ہوتی جائے اسی ترتیب سے فہرست بنے: پہلے آپ کے بہت قریبی رشتہ دار، پھر دور کے اس کے بعد اور دور کے۔

حضرت عمرؓ نے یہ اصول اس لئے طے کیا تھا کہ آپ کا رشتہ سب سے آخر میں آنحضرت ﷺ سے ملتا تھا۔ اس ترتیب سے

فوجی فہرست تیار ہوئی اور تنخواہوں کا نقشہ ذیل کی ترتیب سے بنا۔

(۱) جو لوگ جنگ بدر میں شریک رہے سالانہ تنخواہ پانچ ہزار درہم (۲) حبش کی طرف ہجرت کرنے والے اور احد کی جنگ میں شرکت کرنے والے، سالانہ تنخواہ چار ہزار درہم۔ (۳) فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی سالانہ تنخواہ تین ہزار درہم (۴) جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے سالانہ تنخواہ دو ہزار درہم (۵) جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے، سالانہ تنخواہ دو ہزار درہم (۶) یمن والوں کے لئے سالانہ تنخواہ چار سو درہم۔ (۷) قادسیہ اور یرموک کے بعد مجاہدین سالانہ تنخواہ تین سو درہم (۸) بلا امتیاز و مراتب سالانہ تنخواہ سو درہم۔

جن لوگوں کے نام فوجی فہرست میں درج ہوئے تھے ان کی بیویوں، بچوں اور غلاموں کے لئے بھی تنخواہیں مقرر ہو گئی تھیں۔ غلاموں کی تنخواہیں آقاؤں کی تنخواہیں برابر مقرر ہوئی تھیں۔ یہ اسلامی مساوات کی برکت تھی جس میں آقا اور غلام کا کوئی فرق نہ تھا۔

یہ اسلامی فوج دو طرح کی تھی

ا۔ باقاعدہ فوج جس کا یہ کام تھا کہ ہر وقت فوج کاموں میں مصروف رہے۔

۲۔ جو اپنے گھروں پر رہتے تھے۔ لیکن ضرورت کے وقت فوجی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔

۲۱ھ میں حضرت عمرؓ نے فوجی محکمہ کو اور بھی زیادہ منظم کیا۔ حضرت عمرؓ نے ملک کے کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ فوجی اور ملکی

حضرت عمرؓ نے بہت سے فوجی مرکز قائم کئے تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے، مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، مصر، دمشق، حمص اردن اور فلسطین، یہ سب سے بڑی فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ پھر ان چھاؤنیوں سے منسلک اور چھوٹی چھوٹی چھاؤنیوں تھیں۔

یہ فوجی مرکز حسب ذیل انتظامات کرتے تھے۔

ا۔ فوجیوں کے رہنے کے لئے مختلف فوجی بارکوں کا انتظام کرنا۔

۲۔ ہر ایک چھاونیں میں گھوڑوں کے رہنے کے لئے اصطبلوں کا اچھی طرح انتظام کرنا۔ ایک اصطبل کم از کم چار ہزار گھوڑوں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ تمام گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ ان فوجی گھوڑوں کی پرداخت اور دیکھ بھال خاص طور پر کی جاتی تھی۔ ان کے اصطبلوں کے پاس گھوڑوں کے لئے چراگاہیں تھیں۔

سال میں ایک دفعہ گھوڑوں کے دوڑنے کے مقابلے ہوتے تھے۔ موسم کے لحاظ سے گھوڑے مختلف مقام پر مختلف موسموں میں رکھے جاتے تھے۔ گرمیوں میں فرات کے کنارے عاقول نامی مقام پر رکھے جاتے تھے۔

فوجی محکمہ نے گھوڑوں کی نسل کا خاص طور پر لحاظ کیا۔ عربوں کے پاس اسلام سے پہلے ایسی اچھی نسل کے گھوڑے نہ تھے

چونکہ ابھی تک مسلمانوں کی بحری فوج قائم نہ ہوئی تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے فوجی چھاؤنیوں کے لئے ایسے مقامات چنے تھے جو سمندر کے ساحل کے قریب تھے۔ تاکہ بحری حملوں کی روک تھام کرسکیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں منظم فوج کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہونچ گئی۔ یہ تمام فوج ہتھیار بند رہتی تھی۔ اس کے علاوہ بیس ہزار فوج ہر سال تیار رہتی تھی۔

فوجوں کی تعداد اور کھانے پینے یعنی رسد کا اانتظام بھی حضرت عمرؓ نے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا تھا۔ فوجی چھاؤنیوں میں گودام قائم کئے گئے۔ ان گوداموں سے فوجیوں کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ فوجوں کی صحت اور تندرستی کے خاص خاص قاعدے مقرر کئے

گئے تھے۔

ا۔ جاڑوں میں ایسے ملکوں میں فوج کشی کی جاتی تھی جو گرم ہوتے تھے اور گرمیوں میں ایسے ملکوں پر جو سرد ہوتے تھے۔

۲۔ موسم بہار میں فوجوں کو ایسے مقامات پر بھیجا تھا جو پر فضا ہوتے تھے۔اور جہاں کی آب اچھی ہوتی تھی۔

۳۔ فوجیوں کے لئے دوڑ، تیراکی اور جسمانی تربیت کے لئے مختلف قسم کی ورزشیں مقرر تھیں۔

فوجوں کی ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہوا کرتی تھی۔اور سال میں دو دفعہ سپاہی اپنے گھروں کو جا سکتے تھے۔فوجیوں کو یہ تمام آرام اور آسانیاں دی گئی تھیں۔ان کے لئے یہ ہدایات جاری تھیں کہ وہ نرم کپڑے نہ پہنے۔حماموں میں نہ نہائیں اور گھوڑوں پر رکاب کے سہارے نہ سوار ہوں۔

ہر فوج کے ساتھ ایک افسر خزانہ ہوتا تھا۔اس کے متعلق پورا دفتر اور اس کے کام کرنے والے ہوتے تھے۔ ہر ایک فوج کے ساتھ کئی کئی ترجمان ہوا کرتے تھے۔ قاضی، طبیب اور جراح بھی ساتھ ہوا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ اپنی فوجوں کے افسروں کو احکامات بھیجتے رہتے تھے کہ ہر ایک سپاہی ان چار باتوں میں ماہر ہو۔

ا) تیراکی (۲) گھوڑ دوڑ (۳) نشانہ بازی (۴) ننگے پاؤں چلنا

ہر ایک فوجی کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ چیزیں اپنے ساتھ رکھے

ا) سوئیاں (۲) سوئے (۳) ڈورے (۴) قینچی (۵) گھوڑے کا توبڑا (۶) قلعوں پر حملہ کرنے کے اوزار۔

خصوصیات کے لئے لکڑی کا ایک برج جس میں کئی خانے ہوتے تھے۔اس میں سپاہی بیٹھ جاتے تھے اور قلعوں پر حملے کرتے تھے۔ اس میں بیٹھ کر پتھر پھینکتے تھے۔یہ برج ہر ایک فوج کے ساتھ ہوتا تھا۔

پل، راستے اور سڑکیں تیار کرنے کے لئے فوجوں کا ایک خاص دستہ ہوا کرتا تھا۔اس کے علاوہ یہ کام مفتوحہ قوموں سے بھی لیا جاتا تھا۔مصر فتح ہونے کے بعد قبطیوں نے یہ کام اپنے ذمہ کرالیا اور ملک کی فتح میں مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ چونکہ مسلمانوں کا برتاؤ مفتوحہ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا تھا اس لئے یہ لوگ مسلمانوں کی ہر طرح سے مدد کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کے سامنے بحری فوج کی کئی تجویزیں تھیں۔چونکہ حضرت عمرؓ کی جانشینی کے زمانہ میں ایران سے بحری لڑائیوں میں مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑی تھیں۔اس لئے حضرت عمرؓ بحری جنگ کے خلاف ہو گئے تھے۔امیر معاویہ شام کے حاکم نے بار بار بحری فوج کے قیام کی اجازت مانگی لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہ دی۔

حضرت عثمانؓ کی جانشینی کے زمانے میں امیر معاویہ نے ایک دفعہ پھر درخواست کی اور بحری فوج کی اہمیت بتائی۔اس کے علاوہ مسلمانوں کے قبضہ میں کئی جزیرے بھی آ گئے تھے۔جن کی حفاظت کے لئے بحری فوج کی ضرورت تھی ۔اس لئے حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہ کو اس شرط پر اجازت دے دی کہ کسی مسلمان سے بحری فوج میں بھرتی کے لئے زبردستی نہ کی جائے۔امیر معاویہ نے اس شرط کو قبول کر کے بحری بیڑے کے انتظامات شروع کئے۔ چند ہی برس میں اسلامی بیڑے کو اتنی ترقی دی کہ رومیوں کے بیڑے سے اسلامی بیڑا بڑھ گیا۔ ۳۱ھ میں قیصر روم نے چھ سو جنگی کشتیوں کے ذریعہ شام کے ملک پر حملہ کیا تو اسلام کے امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح نے سمندر میں مقابلہ کر کے رومی بیڑے کو زبردست شکست دی اسلامی بحری بیڑے کے قیام کے بعد بحیرہ روم مسلمانون کی جولانگاہ بن گیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے فرجی کاموں میں بڑی ترقی کی۔حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی وہی نظام برقرار رہا۔حضرت علیؓ کے بعد مسلمانوں میں آپس میں کچھ خانگی جھگڑے پیدا ہوگئے ۔اس لئے فوجی کاموں کی ترقی کچھ رک گئی۔لیکن پھر آگے چل کر اموی حکومت کے زمانہ میں فوجی کاموں میں بڑی ترقی ہوئی۔

اموی حکومت کی فوجی طاقت بڑی زبردست تھی۔اس زمانے میں بڑے بڑے اولوالعزم سپہ سالار پیدا ہوئے جنھوں نے اسلامی فتوحات کوایک طرف مشرق میں چین کی سرحدوں تک پہونچا دیااور دوسری طرف مغرب میں فرانس کی سرحدوں تک خشکی اور تری میں ہرطرف مسلمان ہی مسلمان پھیلے ہوئے تھے۔

پیغام حق

بزرگان دین اولیائے کاملین بالخصوص حضور مدارالعالمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کی تعلیمات کوزندہ و جاوید بنائے رکھنے کے لئے ''ادارہ رہبرنور'' سے جڑیں۔آج کالکھا کل کے لئے تاریخ بنے گا۔

تصویرغم

مرحومہ ثریا سلیم اے،پی،ائی،ایس APES

نظر سے ان کے دل کی ترجمانی اب بھی ہوتی ہے
نگاہ ناز کی جادو بیانی اب بھی ہوتی ہے
مآل تشنہ کامی کیا بتائیں راہ الفت میں
سرشک غم سے دریا کی روانی اب بھی ہوتی ہے
محبت میں وہی ہچکیاں ہیںآج بھی باقی
تڑپ اٹھنے سے دل کے نیم جانی اب بھی ہوتی ہے
پتہ دیتے ہیں ہر برگ و شجر کو ہ بیاباں کے
جنون عشق کی جادو بیانی اب بھی ہوتی ہے
احاطہ کر رکھا ہے قہقہوں نے آج بھی غم کا
تبسم ریزیوں سے گلفشانی اب بھی ہوتی ہے
چھپاتی لاکھ ہوں میں اشک ہائے سوزغم لیکن
دور نوک مژہ سے ترجمانی اب بھی ہوتی ہے
غم دل میں زباں بیتاب ہے ورنہ
لب خاموش سے افسانہ خوانی اب بھی ہوتی ہے

حضور مدار پاک کی ولادت اور سیادت

ایک تحقیقی جائزہ

مفتی حبیب الرحمٰن علوی منظری

تقریباً ایک ہفتہ قبل سوشل میڈیا کی شاخ واٹس ایپ کے ایک گروپ بنام ''مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد'' پر ایک عالم مولانا محبوب رضوی صاحب کی تحریر نظروں سے گزری جس کو انہوں نے درس نمبر 65 کی سرخی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ مولانا کا یہ درس مذکورہ پانچ باتوں پر مشتمل ہے۔

مولانا کی پوری تحریر اور تحقیق کا مدار ''انتصاح عن ذکر اہل الصلاح''، ''منبع الانساب''، ''مکتوبات مجدد''، ''سبع سنابل'' نامی چار کتب ہیں انتصاح اور منبع الانساب پر اعتماد کر کے مولانا نے سرکار مدار پاک کا سنہ پیدائش 300ھ لکھا ہے اور انہیں کتب پر اعتبار کرتے ہوئے مولانا نے سرکار مدار پاک کی سیادت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے لکھا ہے اور مکتوبات مجدد کے حوالہ سے مولانا نے آپ مقام صمدیت کا قول کرنے والوں کو جاہل اور مخالف شرع لکھا ہے جب کہ سبع سنابل کے حوالہ سے آنجناب نے سلسلۂ مداریہ کا سوخت ہونا تحریر کیا ہے۔ یہ مختصر اشاریہ ہے مولانا محبوب رضوی صاحب کی تحریر درس نمبر 65 کا۔

مولانا محبوب صاحب سے ان کے درس نمبر 65 کے متعلق میری کافی طویل گفتگو ہوئی جو کہ محفوظ ہے۔ دوران گفتگو مولانا نے ایک کتاب ''فتاویٰ شارح بخاری'' کا بھی متعدد مرتبہ حوالہ پیش کیا لہٰذا میری تحریر فتاوی شارح بخاری سے بھی متعلق ہوگی جو آگے قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہم سب سے پہلے مولانا کی تحقیق انیق اور ان کے مسلک مختار کا رد بلیغ خود انہیں کی مسلمہ اور معتبر و محولہ کتب ''انتصاح اور منبع الانساب'' ہی سے کرتے ہیں چنانچہ مولانا محبوب صاحب لکھتے ہیں:

''آپ کی ولادت 300/ھ میں ہوئی الانتصاح عن ذکر الصلاح بحوالہ منبع الانساب 366''۔

میں یہاں مولانا محبوب رضوی کے نام لینے یا لکھنے پر تبصرہ نہیں کروں گا کیونکہ کتاب کا نام ''انتصاح'' ہے جبکہ مولانا نے ''الانتصاح'' لکھا ہے خیر قارئین کرام توجہ فرمائیں۔

مولانا موصوف نے سرکار مدار پاک کی تاریخ ولادت کے تحقیق سے متعلق منبع الانساب کے جس صفحہ کا حوالہ پیش کیا ہے وہ سر سر غلط باطل اور سورج کے اجالے میں امت مسلمہ کو دھوکہ دیا ہے نیز صاحب منبع الانساب پر اتہام اور الزام تراشی جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ صاحب منبع الانساب نے اپنی کسی تحریر میں سرکار مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ ولادت لکھا ہی نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ منبع الانساب کے محشی حضرت ساحل سہسرامی نے اپنے حاشیہ میں آپ کی تاریخ ولادت سنہ ۲۵۰ھ یا ۳۰۰ھ لکھا ہے۔ اہل علم پر یہ بات اچھی طرح روشن ہے کہ محشی یا مترجم کا اپنا قول و تحریر مصنف یا مرتب کا قول و تحریر نہیں ہوا کرتے اگر ایسا ہوتا تو کتابوں کے سرورق پر مصنف مترجم اور محشی کے اسماء الگ الگ نہیں لکھے جاتے۔ یہ تو تھی مولانا

محبوب صاحب رضوی کے درس نمبر 65 کی خیانت اور صاحب منبع الانساب پر ان کا کھلا ہوا بہتان وافتراء۔

(مولانا محبوب صاحب نے مجھے خطاب کرتے ہوئے متعدد مرتبہ یہ بات کہی ہے کہ آپ کی تحریر کی روشنی میں صاحب منبع الانساب جاہل اور قتین قرار پائیں گے اب مولانا صاحب خود فیصلہ فرمائیں کہ مذکورہ اوصاف کا حامل کون ہوا)۔

میں نے منبع الانساب کے حوالہ سے اتنی طویل گفتگو فقط اس نیت وارادہ سے کی ہے تاکہ ہر کس وناکس یہ سمجھ لے کہ صاحب منبع الانساب نے سرکار مدار پاک کی تاریخ ولادت لکھی ہی نہیں ہے البتہ انہوں نے سنہ 840ھ کو آپ کا سال وفات لکھا ہے۔

اب آتے ہیں مولانا محبوب صاحب کی تحقیق کے دوسرے ماخذ جو کہ منبع الانساب کا بھی ماخذ ومرجع ہے یعنی "انتصاح عن ذکر اہل الصلاح" کی طرف صاحب انتصاح نے سرکار مدار پاک کا سنہ ولادت ۳۰۰ ریا سن ۲۵۰ھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

"تولدوے درسنہ ثلثمأۃ وقیل مائتین بود"

(انتصاح صفحہ ۹۲، سطر نمبر ۱)

(یاد رہے مولانا محبوب صاحب کے بہ قول "قیل" کے ذریعہ لکھی گئی ہر بات ہر روایت غیر معتبر محرف اور نا قابل اعتبار ہوتی ہے)

صاحب انتصاح نے سرکار مدار کا ذکر جمیل کرتے ہوئے اسی صفحہ کی سطر نمبر چار پر لکھا ہے:

"وبخدمت طیفور شامی بایزید بسطامی قدس سرہ استفادہ پذیرفت"

یعنی سرکار مدار پاک نے سرکار بایزید بسطامی سے استفادہ فرمایا۔

اسی کتاب یعنی انتصاح کے صفحہ نمبر ۹۸ر پر سرکار بایزید بسطامی کو صاف لفظوں میں سرکار مدار پاک کا پیر لکھا ہوا ہے۔

اسی کتاب یعنی انتصاح عن ذکر اہل الصلاح میں سرکار سیدنا بایزید بسطامی طیفور شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ وفات 261 ہجری مرقوم ہے۔ اب آگے ملاحظہ فرمائیں۔

"صاحب انتصاح اور منبع الانساب کی تحریر سے ولادت سرکار مدار پاک کے متعلق مولانا محبوب صاحب کی تحقیق کا رد اور ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے"۔ چنانچہ ہمارا یعنی پورے مشرب مداریت کا "موقف اور بزرگوں کی صراحت اس بات کے یقین پر ہے کہ سرکار مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت یکم شوال المکرم 242 ہجری ہے"۔ صاحب منبع الانساب اور مصنف انتصاح عن ذکر اہل الصلاح دونوں لکھتے ہیں کہ "آپ محمد طیفور شامی کے مرید ہیں"۔

قارئین کرام! حقیقت ملاحظہ فرمائیں صاحب منبع الانساب اور صاحب انتصاح دونوں نے مسلمہ اور متفقہ طور پر سید الطائفہ سرکار سیدنا بایزید بسطامی عرف طیفور شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار مدار پاک کا پیر اور سرکار مدار پاک کو آپ کا مرید لکھا ہے۔ بزرگان دین اولیاء اللہ کی سیرت وسوانح کا ادنی مبتدی بھی جانتا ہے کہ سرکار بایزید بسطامی کا لقب طیفور شامی ہے جن کی تاریخ ولادت بہ اختلاف روایت سنہ 191ر یا سنہ 181 ہجری ہے جب کہ تاریخ وفات سنہ 239ر یا سنہ 291 ہجری ہے۔ اگر مولانا محبوب صاحب کی اعلیٰ تحقیق کے مطابق سرکار مدار پاک کی تاریخ ولادت سنہ 300 ہجری تسلیم کرلیں تو کیا صاحب منبع الانساب اور صاحب انتصاح کا جھوٹا ثابت ہونا ثابت نہیں آئے گا۔ کیا انتصاح اور منبع الانساب لائق اعتبار کتب رہ جائیں گی؟ نہیں رہ جائیں گی کیونکہ صاحب انتصاح اور منبع الانساب نے سرکار طیفور شامی کو مدار پاک کا پیر لکھا ہے۔ جب سرکار بایزید بسطامی عرف طیفور شامی کا انتقال سنہ 261 میں ہو چکا تھا تو سنہ 300 ہجری میں پیدا ہونے والے سرکار مدار پاک ان سے مرید کس طرح

ہو گئے؟ اب یا تو مولانا محبوب کی تحقیق کو درست مانیں یا ان کے معتبر اور معتمد مورخ وسیرت نگار صاحب انتصاح اور صاحب منبع الانساب کو درست مانیں؟ الغرض انتصاح اور منبع الانساب نامی کتب کے حوالہ جات سے مولانا محبوب صاحب نے جو بات لکھی اس کو تسلیم کر لینے کا مطلب خود ان کتابوں کے مصنفین کی تجہیل کے مترادف ہوگا۔ اور انہیں کتب یعنی انتصاح اور منبع الانساب کے مندرجات سے مولانا محبوب صاحب کی تحقیق بھی باطل ثابت ہوئی۔ اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان حضرات نے مذکورہ سنوات ولادت کو فقط روایتاً لکھا ہے جب ان کا موقف وہ نہیں اگر ان کا وہی سنہ 300 یا سنہ 250ھ والا موقف ہوتا تو سرکار بایزید بسطامی کو سرکار مدار پاک کا پیرومرشد نہ لکھتے۔

"اب آتے ہیں مولانا محبوب صاحب کی دوسری تحقیق کی طرف یعنی "سرکار مدار پاک سید نہیں تھے"۔

مولانا محبوب صاحب نے اپنے درس نمبر 65 میں سرکار مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیادت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ آپ سید نہیں بلکہ صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ کی نسل سے تھے۔"

اس تحقیق کے بعد مولانا نے سرکار مدار پاک کا شجرہ لکھا ہے جو کہ حضرت مدار پاک سے شروع ہو کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام وطالبان حق! اب فقیر مداری مولانا کی اس تحقیق یعنی اعتقادِ انکار سیادت اور شجرۂ نسب کی طرف متوجہ ہوتا ہے فقیر کی تحریر انتہائی دیانت داری اور خالص مومنانہ قلب سے ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب انتصاح سرکار مدار پاک کے نسب مبارک سے متعلق سب سے پہلا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" بدانکہ نسب آنحضرت بعضے می گویند کہ آنحضرت سید بود"

(انتصاح صفحہ نمبر ۹۱)

اب آتے ہیں مولانا محبوب رضوی کی اعلیٰ تحقیق بابت شجرۂ نسب سرکار مدار پاک کی طرف۔ مولانا نے اپنے درس نمبر 65 میں سرکار مدار پاک کا جو شجرہ نقل کیا ہے اس شجرہ میں سرکار مدار پاک اور حضرت ابو ہریرہ کے درمیان تیرہ (۱۳) نام ہیں جبکہ انتصاح عن ذکر اہل الصلاح میں سرکار مدار پاک کا جو شجرہ نقل کیا گیا ہے اس شجرہ میں سرکار مدار پاک اور حضرت ابو ہریرہ کے درمیان اٹھارہ (۱۸) نام ہیں۔

قارئین کرام خدارا انصاف کریں! مولانا محبوب کی تحریر کردہ شجرہ درست ہے یا مولانا کی معتبر اور معتمد کتاب انتصاح میں لکھا ہوا شجرہ صحیح ہے۔ اگر مولانا محبوب یہ کہیں کہ میں نے منبع الانساب کے حوالہ سے لکھا ہے تو پھر اس بات کا بھی جواب دیتے چلیں کہ منبع الانساب نے مذکورہ شجرہ کہاں سے لکھا جواب یقیناً انتصاح کے حوالہ کا ہوگا تو پھر محقق رضوی صاحب یہ ضرور بتائیں کہ صاحب منبع الانساب نے اصل مرجع سے خیانت کیوں کی؟ اور کیا یہی آپ کی اعلیٰ تحقیق اور منارہائے پی ایچ ڈی ہیں؟ (انہیں پر اعتماد کلی فرما کر آپ نے اس عظیم اور تقدس مآب ذات پاک کی سیادت کا انکار کر دیا جس ذات قدسی صفات کے قدوم ناز کی برکتوں سے آپ جیسے بے شمار علماء اور مفتیان دین کے اباء واجداد کو دولت ایمان ملی؟) خیر ماہرین انساب اور علمائے رجال کے نزدیک کیا ایسا شجرہ معتبر اور محقق ہو سکتا ہے جس شجرہ سے پانچ پانچ نام غائب ہوں؟

قارئین کرام دیکھ رہے ہیں آپ کس قدر جھول اور گول مال ہے؟ مولانا محبوب صاحب فقط زور زبان ہی سب کچھ نہیں ہے تحقیق چرب زبانی اور زور بیانی میں بعد بین المشرقین کا فاصلہ ہے۔

قارئین کرام! ایک نظر حقائق شجرات پر بھی کر لیں۔

میرے آقا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ ولادت 470/یا 471 ہجری ہے لیکن آپ اور سرکار مولائے کائنات علیہ السلام کے درمیان فقط گیارہ یا بارہ نام ہیں۔ قابل توجہ بات ہے کہ 470ھ میں پیدا ہونے والے بزرگ کا شجرہ گیارہ یا بارہ واسطوں سے آقائے کریم علیہ السلام تک پہونچ جاتا ہے لیکن ان سے ایک سو ستر یا دو سو بیس سال قبل یعنی سنہ 300/یا سنہ 250ھ میں پیدا ہونے والے انسان کا شجرہ اپنے اٹھارہ واسطوں کے بعد پہونچتا ہے؟ (جناب مولانا محبوب صاحب قبلہ عرب کی تہذیب اہل عرب کی عادت کے خلاف اگر سولہ یا سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں ہی اپنے نقل کردہ اور محقق شجرہ کے افراد کو آپ باپ بنادیں پھر بھی آپ کا منشاء پورا نہ ہوسکے گا۔ کیلکولیٹ کر کے دیکھ لیں)۔

ناظرین کرام! یہ ہے مولانا محبوب صاحب رضوی کے محقق اور محقق شجرہ کی حیثیت۔ صاحب انصاح پر مولانا محبوب صاحب نے الزام فاحش عائد کیا کہ ''صاحب انصاح نے آپ کو سید نہیں مانتا ہے''۔ مولانا کے اس الزام کا رد خود صاحب انصاح سے ملاحظہ کرلیں۔ صاحب انصاح نے اپنی کتاب کے صفحہ 91 سے صفحہ 98 تک سرکار مدار پاک کی سیرت وحالات سے متعلق مختلف اقوال جمع کئے ہیں لیکن کتاب کے صفحہ نمبر 98 پر جہاں آپ نے سرکار مدار پاک کا ذکر جمیل ختم کیا ہے اختتامیہ کی آخری سطور آپ اس طرح لکھتے ہیں:

''حضرت طیفور شامی بایزید بسطامی کہ پیر
حضرت سید بدیع الدین مدار قدس سرہ اند''۔

(انصاح عن ذکر اہل الصلاح، صفحہ 98)

صاحب انصاح نے تمام تر اقوال جمع کرنے کے بعد اپنے قلم سے سرکار مدار پاک کو ''سید'' لکھ کر یہ واضح کردیا کہ گزشتہ صفحات پر میں نے نسب پاک کے متعلق روایات ضرور لکھی ہیں لیکن میں سرکار مدار پاک کو سید آل رسول ہی یقین کرتا ہوں اور مجھ کو سرکار مدار پاک کی سیادت کا منکر بتانے والے خاطی اور مجھ پر مفتری ہیں۔ مولانا محبوب صاحب اپنی تحقیق کی روشنی میں جواب دیں کہ صاحب انصاح اگر سرکار مدار پاک کی سیاست کے منکر تھے تو انہوں نے ''سید بدیع الدین مدار'' کیوں لکھا؟ کسی بزرگ کے حسب ونسب کے اختلاف کا ذکر الگ شئی ہے لیکن اس ذکر اختلاف کو جامع یا مرتب کے اعتقاد سے جوڑ دینا اس کا موقف قرار دے دینا یہ دجل اور خیانت ہے۔

امام الاولیاء غوث الاغواث سرکار سیدنا غوث اعظم بڑے پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی لوگوں نے نہیں چھوڑا اہل تشیع نے آپ کے نسب میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم صفحہ نمبر 299۔ تو کیا ہم اس اختلاف کے سبب سرکار غوثیت پناہ کے نسب شریف میں مشکوک ہو جائیں؟ اسی طرح عطائے رسول سلطان الہند سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شجرہ کے متعلق بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ مراۃ الاسرار شیخ عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ۔ اب اس اختلاف کے سبب کیا ہم سرکار اجمیر کے شجرہ مبارک سے بدظن ہوجائیں؟ واللہ واللہ ثم واللہ یہ ہماری بدبختی اور بدنصیبی ہوگی۔ الغرض انصاح میں مذکور سرکار مدار پاک کا شجرہ جدیہ نسبیہ قطعی اختراعی اور مصنوعی ہے جس کا اصل احوال سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اب آتے ہیں کچھ منقولات کی طرف۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ قدسیہ مداریہ کے مشائخ اصحاف سیرت اور مؤرخین سلسلہ نیز سادات مکن پور شریف نے نسلا بعد نسل قرنا بعد قرن علی التواتر سرکار سیدنا مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ جدیہ حسنیہ وحسینیہ تحریر فرمایا ہے جو کہ ''الناس امناء علی انسابھم'' کے مطابق کافی اور وافی ہے۔

قارئین کرام! مولانا محبوب صاحب یا ان سے قبل مفتی شریف الحق امجدی صاحب مرحوم اس مسئلہ کے متعلق شدید طور پر تزلزل ر سہو رجہل یا تعصب کا شکار ہوئے۔ اعلیٰ حضرت

کے مسلک سے منحرف ہوئے۔اعلیٰ حضرت کے مزاج پر اپنے مزاج کو ترجیح دیا۔اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ سادات سے ان کی سیادت کی سند مانگنا کیسا ہے؟اگر کوئی سید اپنی سند سادات نہ پیش کر سکے تو اس کے سبب اس کی توہین یا تحقیر کرنا کیسا ہے؟اس قسم کے ایک طویل استفتاء کا جواب لکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"اور یہ بھی فقیر بار ہا فتوی دے چکا ہے کہ کسی سید کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور خواہی نخواہی سند ر دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو برا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں الناس امناء علی انسابھم"

جو سید نہ ہو لیکن سید بن جائے اپنے کو سید کہے اور کہلوائے اس کے متعلق اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

"ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب معلوم ہو کہ یہ سید نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے"۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 125)

قارئین باوقار! فقیر مداری کے پیش کردہ دونوں پیرا گراف کو کئی مرتبہ پڑھیں خوب پڑھیں۔کیا سرکار مدار پاک کی سیادت مشہور و مشتہر نہیں؟ ہے یقیناً ہے بلا شبہ ہے۔مولانا محبوب صاحب نے علامہ عمران مظہر برکاتی کے ایک سوال کے جواب میں خود ا زبانی کہا ہے کہ میں بھی ان کو سید ہی سنتا او رجانتا رہا۔مولانا محبوب صاحب کیا اللہ کے اس عظیم ولی کے متعلق صدیوں پر محیط سید ہونے کی شہرت کافی نہیں تھی؟ کیا آپ اور مفتی امجدی صاحب مرحوم کی تحقیق اعلیٰ حضرت کے اس فتوی کا رد نہیں کر رہی ہے؟ کیا آپ اور مفتی صاحب مرحوم کا اعتقاد اعلیٰ حضرت کے اس مسلک کے مخالف نہیں ہوا؟ آپ اور مفتی صاحب مرحوم کی تحقیق کے تاور پود اچھی طرح سامنے آچکے ہیں کیا آپ دونوں حضرات کی انصاح اور منبع الانساب کے حوالہ سے لکھی گئی تحقیق "خوب تحقیق" کہی جا سکتی ہے؟

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

(ہم اسی لئے بار بار کہتے ہیں آج آنکھ بند کر کے صرف اعلیٰ حضرت کہا جا رہا ہے اعلیٰ حضرت کو پڑھا یا سمجھا نہیں جا رہا ہے اور اگر کوئی کچھ پڑھتا بھی ہے تو اصل ایک طرف رکھ کر اپنی راگ ہی کو مقدم کر دیتا ہے الا ماشاء اللہ) مولانا محبوب صاحب رضوی کی پیش کردہ تحقیق کی قرار واقعی سامنے آجانے کے بعد ان کا موقف خود بہ خود باطل ثابت ہو جاتا ہے۔

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

مزید کسی دلیل کی حاجت و ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم تشفی خاطر احباب کے لئے کچھ بزرگوں کی تحریرات لکھ دیتا ہوں تا کہ مولانا محبوب صاحب جیسے محققین اپنی تحقیق پر نظر ثانی کر لیں اور بعد وضوح حق رجوع کر کے اس بارگاہ قدس کے انعامات کے مستحق بن سکیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

نمبر۔ا۔مجدد سلسلۂ اشرفیہ سرکار اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

" اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں"
" اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں"

وہی سرکار اشرفی میاں اپنی کتاب صحائف اشرفی میں اپنا

سلسلہ مداریہ اشرفی اس طرح نقل فرماتے ہیں:

''دوسرا سلسلہ حضرت سید بدیع الدین مدار قدس سرہ کو حضرت شیخ مکی قدس سرہ سے ......الخ''

پھراسی صفحہ پرآگے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت سید بدیع الدین مدار قدس سرہ نے حضرت محبوب یزدانی قدس سرہ کو یہ دونوں سلسلہ عطا کر کے اپنا خرقہ محبت پہنایا''۔

(صحائف اشرفی حصہ دوم، صفحہ نمبر 47)

قارئین کرام توجہ فرمائیں! یہی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہیں جن کے متعلق مشہورروایت ہے کہ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا تو اس وقت حضور اشرفی میاں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک بے چین ہوگئے لوگوں نے وجہ اضطراب پوچھا تو فرمایا کہ اپنے وقت کا قطب دنیا سے چلا گیا اس کا جنازہ دیکھ رہا ہوں۔ اس واقعہ کو دیکھیں اوران کی کتاب صحائف اشرفی کے صفحہ کو دیکھیں۔

مفتی شریف الحق امجدی صاحب مرحوم نے بھی مدار پاک کوسید لکھا ہے

نمبر۲۔ جس فتاوی شارح بخاری کے حوالہ کی روشنی میں مولانا محبوب رضوی صاحب نے متعدد مرتبہ بزور حلق سیادت سیدنا مدارالعالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کیا اسی فتاوی شارح بخاری میں سرکار مدار پاک کو سید لکھا گیا ہے۔ چنانچہ مفتی شریف الحق امجدی مرحوم لکھتے ہیں:

''شریعت پر طریقت پر خود حضرت سید شاہ قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ پر......الخ''۔

(فتاویٰ شارح بخاری جلددوم، صفحہ 192)

ناظرین کرام! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولانا محبوب رضوی صاحب نے جس فتاوی شارح بخاری کی ثقاہت پر سارا زور باندھا اسی فتاوی شارح بخاری میں سرکار مدار پاک کو''سید'' لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے مولانا محبوب اوران جیسے دوسرے لوگ یہ کہیں کہ یہ کتابت کی خطا ہے کمپیوٹر کی غلطی ہے تو اس طریقہ تلبیس اورشبہ کو بھی سمجھ لیں ایسا نہیں ہے بلکہ واقعتاً مفتی صاحب مرحوم نے اپنے فتوی میں سید ہی لکھا ہے۔

(ہم اس سے انکارنہیں کرتے کہ مفتی صاحب مرحوم نے اپنے ایک فتوی میں سرکار مدار پاک کی سیادت کا انکار کیا ہے انہوں نے مدار پاک کو یہودی النسل تک ثابت کرنے کی مکمل کوشش کی ہے (العیاذ باللہ) جیسا کہ ان کے فتاوی شارح بخاری کے صفحہ 247/48 دیکھا جاسکتا ہے)

ایک طرف تو مفتی صاحب مرحوم نے سرکار مدار پاک کی سیادت کا انکار کیا اوردوسری طرف اپنے ہی فتوی میں سرکار مدار پاک کو''سید'' بھی لکھا۔ آخر ایسا کیوں ہوا تو اس کیوں کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امرواقعہ یہ ہے

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

مفتی شریف الحق صاحب مرحوم نے اپنے جس فتوی میں سرکار مدار پاک کو''سید'' لکھا ہے اس فتوی کو سنہ 1381ھ میں تحریر کیا ہے۔ اس قول واقرار سیادت والے فتوی کو مفتی امجدی صاحب مرحوم نے منظر اسلام بریلی شریف کی ملازمت کے ایام میں لکھا ہے اس فتوی پر حضور مفتی اعظم ہند کی تصدیق بھی موجود ہے اب یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے بھی سرکار مدار پاک کو''سید'' ہی مانا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ اس کی تصدیق نہ فرماتے؛ لیکن جس فتوی میں مفتی امجدی صاحب مرحوم نے سیادت مدار پاک کاانکار کیا ہے وہ فتوی سنہ 1409ھ کا ہے یہ فتوی انہوں نے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی ملازمت کے ایام میں لکھا ہے۔ یعنی مفتی امجدی صاحب مرحوم کے دونوں فتاوی کے درمیان تقریباً 28 سال کا فاصلہ ہے۔

بریلی شریف میں لکھا گیا فتوی سید بتارہا ہے اور اس پر سرکار مفتی اعظم ہند کی تصدیق بھی سید بتا رہی ہے لیکن مبار کپور میں لکھا گیا فتوی یہودی النسل بتا رہا ہے اب فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ بریلی شریف میں لکھے گئے فتوی کو مانتے ہیں یا مبارکپور والے فتوی کو قبول کرتے ہیں۔ البتہ مولانا محبوب رضوی صاحب اس بات کا جواب ضرور دیں کہ ایک ہی ذات کے متعلق ایک ہی امر ومسئلہ میں دو قسم کا اعتقاد رکھنے والے مفتی امجدی صاحب مرحوم قابل استنادرہ گئے ہیں یا نہیں؟ شرعی مزاج استناد کو نظر میں رکھ کر جواب لکھیں گے۔ ان کے علاوہ

نمبر:۳۔ صاحب مراۃ الانساب نے آپ کا شجرہ جدیہ حسنیہ حسینیہ لکھا ہے۔ (مراۃ الانساب صفحہ 156/57)

نمبر:۴۔ خزینۃ الاصفیاء میں آپ کا شجرہ حسنیہ حسینیہ لکھا ہوا ہے۔ (جلد نمبر 3، صفحہ 311)

نمبر:۵۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کو خاندان سادات سے لکھا ہے۔ (صفحہ 236)

نمبر:۶۔ بحر زخار میں سرکار مدار پاک کا شجرہ سیادت لکھا ہے۔ (بحر زخار جلد نمبر 3، صفحہ 977)

نمبر: ۷۔ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی مرحوم نے اپنے نعتیہ دیوان ذوق نعت میں سرکار مدار پاک کو "کریم ابن کریم" تحریر فرمایا ہے۔ یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ یہ لفظ سادات کرام اہلبیت عظام کے متعلق ہی لکھا اور بولا جاتا ہے۔ (ذوق نعت، صفحہ 105)

نمبر:۸۔ پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی مرحوم رقمطراز ہیں:

"چنانچہ ایک بار سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ جونپور تشریف لائے۔۔۔الخ"۔

(خطبات نظامی صفحہ 298)

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے والی ابت ہے ورنہ کتب تصوف اور طریقت میں بے شمار مقامات پر سرکار مدار پاک کو خاندان سادات سے لکھا گیا ہے اور آپ کے شجرات جدیہ حسنیہ حسینیہ نقل کئے گئے ہیں۔

☆☆☆

تمہارا اک اشارہ ہو تو رد ساری مصیبت ہو

سید اقتدار حسین شوؔر مرحوم مکن پوری

محمد مصطفیٰ تم صاحب تسنیم وجنت ہو
محمد مصطفیٰ دنیا کی خاطر تم ہی رحمت ہو

زمانے میں تم ہی تو خاتم نور رسالت ہو
تمہیں ماہ صراط حق تمہیں مہر ہدایت ہو

یہ مانا اپنے ہی اعمال پر ہے منحصر مولا
وہ دنیا ہو کہ برزخ ہو وہ دوزخ ہو کہ جنت ہو

خدارا اک نظر مولا خدا را اک نظر آقا
تمہارا اک اشارہ ہو تو رد ساری مصیبت ہو

خدا نے رزق کا وعدہ کیا تم نے شفاعت کا
خدا ہے بادشاہ رزق تم شاہ شفاعت ہو

تمہیں سردار ملت ہو تمہیں آقائے امت ہو
تمہارا شوؔر اور اغیار کا مرہون منت ہو

تمہاری آل کا بندہ غلام حیدر وزہرا
تمہارا نام لیوا اور غرق چاہ آفت ہو

تمہارا شوؔر برگشتہ مقدر اور کہاں جائے
تمہیں دار الطب ہو اور تمہیں دار الاجابت ہو

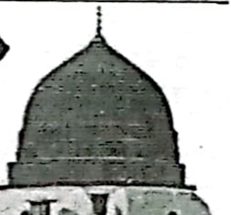

معجزہ یا کرامت

بابائے قوم وملت سید محمد ولی شکوہ مداری رح

معجزہ کا لفظ دراصل انبیاء ومرسلین کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے کے لئے استعمال کرنا آداب نبوت کے خلاف ہے۔ اسی پرعلمائے حق کا اتفاق ہے انبیاء ورسول سے خوارق عادات ظہور میں آئیں اور خلاف فطرت بشریت ومحیر العقول ہوں جس لئے نقل سے غیر انبیاء اور متدرج عاجز ہوں، معجزہ کہتے ہیں۔ مثلاً مردہ کا زندہ ہونا، چاند کے ٹکڑے ہوکر جڑنا، مسواک کا درخت بنکر پھولنا پھلنا اور قائم رہنا، ڈوبے ہوئے سورج کا ابھرنا، پتھر پر پیر رکھنے سے بے وقت سیارے کا طلوع ہونا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، درخت کا اپنی جگہ سے آنا اور واپس جانا وغیرہ وغیرہ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک نجومی حاضر ہوا۔ عرض کیا میں نے سنا ہے کہ آپ پتھر پر پیر رکھتے ہیں تو وہ موم ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب میں ارادہ کروں۔ نجومی نے کہا یہ کون سا کمال ہے جب فلاں سیارہ طلوع ہوتا ہے دنیا کا کوئی شخص پتھر پر پیر رکھے گا موم ہو جائے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا سیارے کے طلوع ہونے میں کتنا وقت ہے اس نے کہا ابھی اس کے طلوع ہونے میں کافی وقت ہے۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر پتھر پر پیر رکھ دیا وہ موم ہو گیا۔ نجومی بے حد متحیر وششدر ہوکر حساب لگانے لگا دیکھا کہ سیارہ طلوع ہو گیا۔ نجومی قدموں پر گرا اور کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں آپ پر اور آپ کے رب پر ایمان لایا۔ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ یہ پتھر اثر سیارہ سے موم ہوا لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیارہ کا بے وقت طلوع ہونا آپ کے قدم پاک کا اعجاز ہے

دور حاضر میں ایسے ایسے کیمیکل ایجاد ہوئے ہیں جو لوہا پتھر مٹی وغیرہ کو پانی اور موم کر دیتے ہیں۔ لیکن رہتی دنیا تک کوئی ایسا کیمیکل ایجاد نہ ہو سکے گا کہ ہاتھ اور پیر کی جنبش سے چاند سورج ستارے حرکت میں آجائیں اور تعمیل حکم کریں۔

آقائے کائنات فخر موجودات حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کے دست مقدس کے اشارے سے چاند سورج ستارے حسب الحکم عمل پیرا ہوئے۔ غرض یہ کہ معجزے کی تعریف بھی یہی ہے کہ غیر انبیاء اور استدراجی قوت عاجز ہو۔

کرامت:۔ اولیاء اللہ کے خوارق عادات کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کی نقل کے لئے استدراجی قوت بر سر بیکار ہوتی ہے اور شیطان کی اعانت ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ میرا مقصد معجزات انبیاء، وکرامات اولیاء یا شیطانی استدراج کی وضاحت کرنا نہیں ہے بس مختصر تذکرہ اس لئے کر دیا کہ میرے موضوع کے سمجھنے میں کوئی زحمت

میرا موضوع ہے "معجزہ یا کرامت" ۲۶۰ھ میں سرکار سرکاراں سیدنا مدار العالمین حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ برائے زیارت حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ پہونچے کعبۃ اللہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً کی زیارت کی ارکان حج ادا فرمائے اور مدینۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب روانہ ہوئے۔ اپنے جد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے روضہ اطہر کی حاضری کی سعادت حاصل کی، درود وسلام پیش کیا یک بہ یک استغراقی کیفیت پیدا ہوئی اور روئے انور حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سعادت بیعت حاصل فرمائی یہی نسبت آپکی اویسی نسبت کہلاتی ہے۔ حضور علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہندوستان پہونچنے کا حکم فرمایا۔ آپ تعمیل حکم میں بجانب ہند روانہ ہوئے۔ اول اول آپ حلب

پہونچے والدین کی قدمبوسی فرمائی اور حکم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلع فرمایا۔انہوں نے نہایت محبت وشفقت سے رخصت کیا نجف اشرف اور کاظمین شریفین کی زیارت کرتے ہوئے ایران و عراق ہوتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور بحری راستہ اختیار فرمایا۔کشتی پرسوار ہوئے اہل کشتی کو دعوت دین دی انھوں نے مذاق اڑایا غیرت الٰہی جوش میں آئی کشتی طوفان میں تباہ ہوگئی آپ ایک تختے کے سہارے ساحل پر پہونچے۔آپ تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے غیب سے آواز آئی بدیع الدین آپ نے مڑکر دیکھا ایک صاحب کھڑے تھے دریافت فرمایا آپ میرے نام سے کس طرح واقف ہیں۔نووارد صاحب نے کہا میں کیا آپ کے نام سے سارا عالم واقف ہے۔آیئے میرے ساتھ چلئے آپ ہمراہ ہولئے ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ سامنے ایک بلند دروازہ نظر آیا جس پہ دو صاحب بشکل نورانی کھڑے تھے۔آپ قریب پہونچے علیک سلیک کے بعد انھوں نے کہا آیئے بدیع الدین آپ کا انتظار ہے آپ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ میرے نام سے کس طرح واقف ہیں انھوں نے بھی وہی جواب دیا کہ آپ کے نام سے تمام عالم واقف ہے۔

آپ دروازے کے اندر داخل ہوئے جو خوبصورت اور وسیع باغ تھا جس میں نہایت شاندار محل تعمیر تھا۔آپ محل کے اندر داخل ہوئے دیکھا سامنے ایک تخت مرصع ومزین بچھا ہوا ہے اور ایک بزرگ جلوہ فرما ہیں۔جن کے نور سے سارا محل جگمگا رہا ہے۔جن کی خوشبو سے محل و باغ مہک رہا ہے۔آپ نے نہایت ادب سے جھک کر سلام عرض کیا بزرگ محترم نے اپنے قریب ہی تخت پر بٹھا لیا تھوڑے ہی عرصے میں ایک شخص حاضر ہوا اور دو ڈھکے خوان تخت پر رکھ دیئے تخت نشین بزرگ نے اپنے دست اقدس سے ایک خوان کھولا جس میں طعام ملکوتی تھا بڑے پیار سے نو لقمے آپ کو کھلائے، دوسرا خوان کھولا اس میں نہایت خوبصورت لباس تھا جو آپ کے زیب تن فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے نور نظر اب تم کامیاب ہوگئے۔

آپ بارگاہ خداوند تعالیٰ میں سجدہ شکر میں گر گئے۔آپ پر استغراقی کیفیت تھی۔دیر تک سجدہ میں محو رہے جب سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا نہ باغ ہے نہ محل وہ تخت نشین بزرگ کون تھے۔باعث تخلیق کون ومکان فخر کائنات رحمت کل حبیب ومحبوب رب العالمین سیدالانبیاء والمرسلین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب مجھے پہلا لقمہ کھلایا تو تحت الثریٰ تک جو کچھ پوشیدہ تھا مجھ پر ظاہر ہوگیا دوسرے لقمہ میں عرش عظیم تک جو حجابات میں تھا مجھ پر روشن ہوگیا اسی طرح ہر لقمے پر اسرار منکشف ہوتے رہے یہاں تک کہ آخری لقمہ میں ذات صمدیت میں گم ہوگیا اور تمام حوائج ضروریہ سے بے نیاز ہوگیا۔

یہ واقعہ ۲۸۲ھ کا ہے اس وقت آپ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی۔ان نو لقموں کے بعد بقیہ تمام زندگی آپ کھانے پینے اور تبدیل لباس وغیرہ سے بے نیاز رہے پیرہن مبارک نہ پھٹا نہ میلا ہوا نہ پرانا یقیناً تمام حوائج ضروریہ سے بے نیاز ہو جانا ایک عین فطری امر ہے اور فطرت کے متعلق یہ طے ہے کہ پہاڑ کے متعلق کوئی اطلاع دے کہ وہ اپنی جگہ سے چل دیا تو اس کے یقین میں کوئی قباحت نہیں لیکن کوئی یہ کہے فطرت بدل گئی تو ناممکن اور اگر کہیں بدل گئی تو یقیناً معجزہ رسول ہوگا۔

چنانچہ آپ کی فطرت میں تبدیلی ہونے کے باعث حضرت ملک العلماء شہاب الدین دولت آدمیؒ نے حضور سرکار سرکاراں سیدنا مدار العالمینؒ سے عرض کیا یہ کیسے ممکن ہوگیا کہ آپ فطرت کے خلاف کھانے پینے وغیرہ سے بے نیاز ہیں۔آپ نے

ارشاد فرمایا میرے عزیز کیا تم کو خبر نہیں جب مصر میں قحط پڑا تھا شہر کے بھوکے پیاسے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے اردگرد جمع ہوتے اور آپ کے روئے منور کو دیکھتے۔ یہاں تک کہ ان کی بھوک پیاس ختم ہو جاتی تھی۔

کیونکہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے روئے اقدس پر جمال حسن احدیت کی تجلی تھی جس کو دیکھتے ہی لوگ بھوک پیاس بھول جاتے تھے۔ تو میرے عزیز جب صفت کے دیکھنے کا یہ حال ہے تو پھر جوذات کے مشاہد ہیں گم ہواس کی کیا کیفیت ہوگی۔

حضرت ملک العلماء اس کنایہ کو سمجھ گئے کہ حضور سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کی زندگی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ چونکہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مقدس سے نو لقمے طعام ملکوتی کھلائے اور لباس پہنایا اور فرمایا میرے لخت جگر اب تم کامیاب ہو گئے۔ یہ وہی دست اقدس ہیں جن کے ادنیٰ اشارے پر چاند سورج ستارے عمل پیرا ہوئے جن کے اشارے سے درخت اپنی جگہ سے آیا گیا۔ مسواک زمین پر لگادی تو درخت بنا کہاں تک گناؤں نہ جانے کس قدر معجزات ظہور میں ہیں

چنانچہ انھیں معجزات میں یہ بھی دست پاک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ سید بدیع الدین احمد قطب المدار رضی اللہ عنہ کو مقام صمدیت سے سرفراز فرمایا اور حی المدار کے لقب سے ملقب کیا یہ خصوصیات ہیں جن کا تعلق کرامات اولیاء سے نہیں بلکہ معجزہ رسول سے ہے۔ (حی المدار) زندہ مدار کے سلسلے میں بھی سمجھتے چلئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر حیات النبی لکھا اور بولا جاتا ہے حالانکہ تمام انبیاء و مرسلین کو زندہ سمجھتے اور مردہ نہ کہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ تمام انبیاء زندہ ہیں لیکن ان کے کار نبوت موقوف ہو چکے ہیں اور سردار انبیاء ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام جاری و ساری ہے اور اولیاء اللہ کے وہ خوارق عادات جو معجزہ حیات النبی صلوٰۃ والسلام کا تصرف ہے خدا یہ اپنے محبوب کی وساطت سے اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اپنے اوصاف کا مظہر بنا دیتا ہے جیسا کی حدیث پاک سے ثابت ہے "تخلقوا لا خلاق اللہ واتصفوا ابصفات اللہ، خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لخت جگر حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کو ولایت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ مقام صمدیت اور مداریت سے سرفراز فرمایا تاکہ اعجاز مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار ہو۔

حضرت عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے مقام صمدیت پر فائز فرمایا حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی شان اقدس میں جو قصیدہ کہا ہے اس میں صمدیت کا تذکرہ اس طرح فرمایا

صمدیتؒ از مرتبت حاصل شدہ نور یقیں

کن کرم بہر خدا سید بدیع الدیں مدار

حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو احکام دربار نبوت سے جاری ہوتے ہیں وہ دربار قطب المدار میں آکر اولیاء اللہ میں تقسیم ہوتے ہیں۔ سید قطب المدار رضی اللہ عنہ کو اسی باعث حی المدار کے لقب سے ملقب فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کے احکام کی تعمیل کے لئے آپ کو مرقد عالی میں بیدار رکھا تاکہ احکام مبارکہ کا اجرا ہو سکے یوں تو تمام شہداء واولیاء حیات ہیں۔ لیکن اس طرح کہ جیسے کوئی شخص پلنگ پر آرام سے سو رہا ہو۔ لوگ اس کو مردہ نہیں کہہ سکتے بس اسی طرح اولیاء اللہ اپنی اپنی خواب گاہ میں آرام فرما ہیں اور وہ بیشک اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ خصوصیت اولیاء اللہ میں سید بدیع الدین رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ مرقد عالی میں بیدار رہ کر تعمیل احکام نبوت فرماتے رہیں اسی باعث آپ کو زندہ مدار کہتے ہیں۔

سعی آخر

سلسلہ عالیہ مداریہ کے وقار وعظمت پر ایک تحقیقی تجزیہ اور بے باک نظریہ فکر

مولانا سید ہاشمی میاں اشرفی جیلانی

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی طرف منسوب کتاب سبع سنابل قابل توجہ ہے۔ اس میں وہی باتیں بلاشک وشبہ صحیح و درست ہیں جن کی تائید وتوثیق علماء ربانیین کر چکے ہیں۔ یہ کتاب حضرت میر صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بہت بعد شائع ہوئی اور اس میں بعض عبارتیں الحاقی بھی ہیں۔ مثلاً سلسلہ مداریہ کے سوخت ہونے کی بات۔

سلسلہ مداریہ کے سوخت کرنے کا ذکر صرف سبع سنابل میں ہے مگر وہی واقعہ جب اخبار الاخیار میں پڑھئے تو سوخت کا پتہ اور نشان تک نہیں ملتا۔ اس میں پورا واقعہ سبع سنابل کی طرح ہے مگر سوخت والی بات کو محقق علی الاطلاق سیدنا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اخبار الاخیار میں کہیں نہیں لکھا۔ یعنی سوختن والی بات قطعاً الحاقی ہے۔ اسے ہم بدلائل قاہرہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو "اخبار الاخیار" حضرت محقق دہلوی رقمطراز ہیں:

(ا) "ونقل ست کہ چوں شاہ مدار در عہد او از جانب ہر مز بکالپی تشریف آوردہ بود طریقہ او جذب خلائق بودہ عوام بسیار برایشاں گرد آمدند وشہرتی عظیم شد وبعضے اوضاع ایشاں برخلاف ظاہر شریعت بود دران اوان قادر شاہ ولد سلطان محمد کہ از نبائر سلطان فیروز شاہ بودہ وبعد از فوت پدر حاکم بود از شنیدن شہرت شاہ مدار جہت ملاقات ایشاں سوار شد و در انجا کہ شاہ منفردے بود۔ رسید خادمان شاہ گفتند کہ حالاں وقت نیست وحکم نیست کہ خبر تو انیم کرد ظاہرا با درویشی خلوت داشتہ اند بحاکم چنانن نمودند کہ جوگی آمدہ است شاہ باو صحبت دارند قادر شاہ بخادمان شاہ گفتہ کہ ایشاں را بگویند کہ در شہر مانباشد وخود برگشتہ بمنزل آمد۔ چوں خبر بشاہ رسید برآمدہ از آب گذشتند وبرو دعا دی بد کردند وخادمی را فرمودند کہ سہ روز منتظر باش وخبر او را بیان چوں ایشاں از آب گزشتند آبلہ بر اعضاء قادر شاہ پیدا شدہ واو از حرارت آبلہ بے طاقت شدہ پیش شیخ سراج سوختہ آمد شیخ پیراہن خود را باو داد بمجرد پوشیدن بحالت اصلی باز آمد و اثری از حرارت نماندہ وچوں خادم شاہ دید کہ او بناہ شیخ سراج آوردہ مایوس شدہ واز آب گزشتہ خبر بایشاں رسانیدہ شاہ مدار از انجا متوجہ جونپور شد واز انجا بازگشتہ بر مکن پور کہ موضعی ست در نواحی قنوج آمدہ وہمانجا بود"

(اخبار الاخیار ص ۱۷۰)

زندہ شاہ مدار کی بددعا سے قادر شاہ کے جو اعضاء حرارت وآبلہ سے جلنے لگے تھے وہ شیخ سراج سوختہ کے پیراہن مبارک کی برکت سے رفع ہو گئے۔ اور پھر حضرت شاہ مدار جونپور کی طرف

روانہ ہوگئے۔ اس میں کہاں ہے کہ حضرت سراج سوختہ نے حضرت زندہ شاہ مدار کے سلسلہ کو ہی سوخت کردیا؟۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ جس خانوادہ کے عظیم ترین بزرگ ہیں۔ اسی خانوادہ کے چشم وچراغ سید العلماء مولانا آل مصطفیٰ اپنے مکتوب گرامی میں جس کی نقل مطابق اصل یعنی فوٹو کاپی میرے پاس ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

''باوجود اس کے کہ بعض بزرگوں نے سرکار قطب المدرا علیہ رحمۃ العزیز الغفار کے نیچے سلسلہ میں کلام بھی کیا ہے۔ مگر میرے جد اعلیٰ حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ البلگر ام المارہروی علیہ الرحمہ کالپی شریف سے سلسلہ عالیہ مداریہ لائے۔ اور فقیر کو جس طرح سلاسل عالیات، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کی اجازت وخلافت ہے اس سلسلہ مبارکہ کی بھی اجازت وخلافت ہے۔

(ماخوذ از مکتوب گرامی سید العلماء)

الغرض سبع سنابل کی وہ روایت جس کی رو سے سرکار قطب المدار علیہ الرحمہ سے نیچے سلسلہ میں سوخت کی بات ہے وہ بانی سلسلہ عالیہ برکاتیہ حضرت سید برکت اللہ اور سید العلماء کے نزدیک نادرست اور غیر معتبر ہے ورنہ حضرت صاحب البرکات کالپی شریف سے اس سلسلہ کو کیوں لاتے اور سید العلماء کو اس سلسلہ کی اجازت وخلافت کیسے ملتی؟

سلسلہ مداریہ کے سوخت کئے جانے کا ذکر صرف سبع سنابل یا اس پر اعتماد کی بنا پر بعد کی چند کتابوں میں ملتا ہے۔ مگر حقیقت کیا ہے سید العلماء کی زبانی سنئے!

''سلسلہ مداریہ کے متعلق سوخت اور کلام کے جو الفاظ تھے وہ ہرگز ہرگز میرا اپنا ذاتی مسلک ومشرب نہ تھا بلکہ صرف نقل روایت کر کے سلسلہ عالیہ کی نسبت اپنا عقیدہ بیان کرنا تھا۔

(دوسطر بعد)

آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ تین صدیوں سے ناموس اولیاء کرام علیہم الرحمہ والرضوان کے لئے اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں بازی پر لگائے ہوئے ہے تو پھر اس خانقاہ شریف کے ایک حقیر خادم کی حیثیت سے کیوں کر متصور تھا کہ وہ اپنے ایک مرشد اجازت ذات برگزیدہ صفات حضور پرنور قطب المدار رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ فضیلت پناہ میں زبان گستاخانہ دراز کرتا۔ اے سبحان اللہ! کیا میں اتنا احمق تھا کہ جس شاخ پر بیٹھا تھا اوسی پر کلہاڑی چلاتا۔ سلسلہ عالیہ مداریہ کے اجزائے فیض کا انکار، کیا خود میرے جد کریم سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کی معاذ اللہ تجہیل وتحمیق کے مترادف نہ ہوتا!''۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''تو پھر انصاف فرمایئے کہ فقیر کے اس اقرار کے باوجود کہ میرے خاندان باوقار کے پاس سلسلہ مداریہ کی اجازت موجود ہے جو کالپی شریف سے آئی اور خود فقیر کو اجازت ہے۔ مجھ پر سلسلہ عالیہ کے سرے سے سوخت ہونے کے عقیدے کا الزام، بہتان ہے یا نہیں؟ لہٰذا فقیر کا مسلک سماعت فرمایئے کہ یہ فقیر خاکپائے مرشدان عظام حضور پرنور سیدنا بدیع الملۃ والشریعۃ والطریقۃ والاسلام والدین شیخنا ومرشدنا سیدی قطب المدار زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ویسا ہی مرشد اجازت مفیض ومفید یقین کرتا ہے

جیسا کہ خواجۂ خوجگان سلطان الہند ولی الہند عطاء الرسول سیدنا خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری وحضرت خواجہ بہاء الملۃ والدین سیدنا مولائے نقشبند وسیدنا شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین عمر سہروردی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو“۔

مکتوب گرامی کے آخر میں سید العلماء آل مصطفےٰ برکاتی فرماتے ہیں:۔

”آخر میں جناب کی اطلاع کیلئے اپنا شجرہ عالیہ مداریہ لکھ رہا ہوں جو میں نے اپنی خاندانی کتاب اسناد ”النور والبہا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء“ مصنفہ جد کریم حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس العزیز سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم . الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین. فیقول الفقیر ابو الحسین عفی عنہ اجاز نی بالسلسلۃ البدیعیۃ المداریۃ جدی ومرشیدی السید آل رسول الاحمدی قدس سرہ عن الحمزۃ اچھے صاحب عن ابیہ عن جدہ عن صاحب البرکات عن السید فضل اللہ عن ابیہ عن جدہ عن جمال الاولیاء عن الشیخ قیام الدین عن الشیخ قطب الدین عن السید جلال عبدالقادر دعن السید مبارک عن السید اجمل عن العارف الاجل الکامل الاکمل مولانا بدیع الحق والدین المدار المکنفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عن الشیخ عبداللہ شامی عن الشیخ عبدالاول عن الشیخ امین الدین عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم“۔

میرے پیش نظر بھی مذکورہ بالا شجرہ شریف المسماۃ ”النور والبہا“ ہے۔ جو ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوا۔ اس کے مرتب حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کے پیرومرشد ہیں۔)

مذکورہ شجر شریف جس کی صحت مسلم ہے جو نہ صرف حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری کے قلم سے خود ان کے عہد میں شائع ہوا بلکہ اس کی صحت وصداقت پر خود سید العلماء مارہروی گواہ ہیں۔ اس شجرۂ مبارکہ سے یہ قضیہ خود بخود حل ہوجاتا ہے کہ حضرت قطب المدار کا سلسلہ سوخت نہیں بلکہ جاری وساری ہے، لہٰذا سبع سنابل میں ”سوخت کی کہانی“ بلاشک وشبہ الحاقی ہے۔

ادارۂ اشاعت تصنیفات رضا بریلی نے زیر اہتمام مولانا محمد منان رضا بریلوی ایک کتاب بنام ”علمائے حرمین اوراعلیٰ حضرت“ شائع کی۔ اس کے صفحہ ۱۶۵ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو جن سلاسل کی اجازت حاصل تھی ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ کل تیرہ سلاسل مبارکہ فاضل بریلوی نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں بارہواں سلسلہ ”بدیعیہ“ ہے۔ والسلسلۃ البدیعیۃ“۔

الغرض جن تیرہ مقدس سلسلوں کی اجازت فاضل بریلوی کو حاصل تھی جن میں وہ کسی کو بھی اپنا قائم مقام وجانشین بنانے کا استحقاق رکھتے تھے اور جن میں وہ خود صاحب اجازت وخلافت تھے ان میں سلسلہ بدیعیہ بھی ہے، اب اگر سبع سنابل کی مذکورہ روایت کو الحاقی اور محرف نہ مانا جائے تو پھر حضرت ابوالحسین احمد نوری، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور سید العلماء کے شجروں اجازتوں اور خلافتوں کی کیا حیثیت رہ جائے گی!

اخبار الاخیار جیسی مستند ترین کتاب میں شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ بابا کپور مجذوب علیہ الرحمہ کا جو اجلہ اولیاء میں تھے۔ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”انتساب اودر سلوک بسلسلہ شاہ مدار بود“

(اخبار الاخیار ص ۲۹۷)

ادارہ استقامت کانپور نے ایک کتاب بنام "شاہ برکت اللہ حیات اور علمی کارنامے" شائع کیا، اس کے صفحہ ۱۳ پر ہے:

"شاہ برکت اللہ اپنے والد کے وصال کے بعد مارہرہ تشریف لاچکے تھے کالپی کے مشائخ سے غائبانہ عقیدت روز افزوں تھی۔ لہٰذا انہوں نے کالپی کا سفر کیا اور شاہ فضل اللہ کالپوی سے اجازت وخلافت سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ وسہروردیہ ونقشبندیہ ابوالعلائیہ ومداریہ بدیعیہ حاصل کی"۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۱ پر سلسلہ مداریہ یوں بیان کرتے ہیں:

"شاہ برکت اللہ شاہ فضل اللہ، سید احمد، سید محمد، شیخ جمال اولیاء، شیخ قیام الدین، شیخ قطب الدین، سید جلال عبدالقادر سید مبارک، سید اجمل شاہ بدیع الدین مدار شیخ عبداللہ شامی، شیخ عبدالاول، شیخ امین الدین، امیر المؤمنین حضرت مولیٰ مرتضیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

جناب غلام شبیر قادری برکاتی بدایونی نے حسب الحکم صاحب سجادہ آستانہ مارہرہ ایک رسالہ حصہ اول ملقب بہ "تنویر العین من کنز مدائح السید ابی الحسین" شائع کیا۔ اسکے صفحہ ۲۸ پر تحریر ہے:

"حضور میر سید محمد قدس سرہ نے حضرت شیخ جمال اولیا کاکوروی قدس سرہ سے طریقہ چشتیہ میں بیعت کی اور سلاسل قادریہ سہروردیہ ومداریہ میں اجازت پائی"۔

کیا سوختت اور کالعدم سلسلوں میں بھی اجازت ملتی ہے؟

اسی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۰۸ پر زیر عنوان "شجرۂ مداریہ جدیدہ کالپویہ" ملاحظہ ہو۔

حضرت شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید اجمل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبداللہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالاول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر المؤمنین سید نا ومولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ المصطفیٰ۔

مذکورہ بالا شجرہ بعینہ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کے تحریر کردہ شجرہ کی طرح ہے۔ سرکار صاحب البرکات سرکار سیدنا آل رسول برکاتی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، سرکار ابوالحسین احمد نوری اور سید العلماء سید آل مصطفےٰ علیہم الرحمہ کے ارشادات اور اہلسنت وجماعت کی کتابوں، رسالوں کی شہادتوں نے قطعی طور پر واضح کردیا کہ سبع سنابل کی مذکورہ روایت پر اعتماد کرنا اور کتاب مذکور کو بنیاد بنانا اور اسی سبع سنابل پر اعتماد کرکے سلسلہ مداریہ کو سوخت ماننا دراصل مارہرہ شریف کالپی شریف اور خود بریلی شریف کی تحریروں کوڈانامیٹ کرنا ہے۔

معتبر شہادتوں سے بات واضح ہوچکی ہے پھر بھی "سبع سنابل" کی حقیقت اور اس کی قرار واقعی حیثیت کومزید اجاگر کرنے کے لئے چند اور حوالے قارئین کےکرام کے حوالے کردوں۔

کتاب مسالک السالکین جلد اول بار اول میں حضرت زندہ شاہ مدار کے پانچ خلفاء کا ذکر ہے، اول جمن۔ جن کے پیرو دیوانگان کہلائے۔ دوم سید اجمل جن کے پیرو اجملی کہلائے، سوم خلیفہ کے پیرو فقیر طالبان کہلائے، چہارم خلیفہ کے پیرو فقیر قادران کہلائے اور پنجم خلیفہ حضرت قاضی مظاہر تھے، جن کے پیرو عاشقان کہلائے۔ اور یہ عاشقان ذیل شہرت یافتہ ہیں۔

عاشقان امام نوردزی...... حضرت امام نوردز سے

عاشقان سرختہ شاہی..... حضرت سید خاکسار سے

عاشقان کمر بستہ..... حضرت شاہ درگاہی کمر بست سے

عاشقان لعل شہبازی..... حضرت شاہ امان اللہ درویش دہلوی سے

عاشقان بابا گوپال..... حضرت گوپال درویش سے

عاشقان سکھا شاہی..... حضرت میران سکھا سے

عاشقان کمال قادری..... حضرت مولانا کمال الدین قادری قریشی سے

عاشقان کریم شاہی..... حضرت شیخ کریم الدین سے

حضرت شاہ امام نوروز، حضرت سید خاکسار، حضرت شاہ درگاہی کمر بست، حضرت شاہ امان اللہ، حضرت گوپال درویش، حضرت میران سکھا، حضرت مولانا کمال الدین قادری قریشی اور حضرت شیخ کریم الدین سلسلہ عالیہ مداریہ سے باضابطہ منسلک تھے، خلافت واجازت یافتہ تھے۔ کیا بقول سبع سنابل سوخت ہوجانے کے بعد بھی یہ ممکن ہے؟

کتاب "بدایوں قدیم وجدید" جس میں بدایوں کی مختصر تاریخ اور اس کی نئی وپرانی عمارت ومزارات کا تذکرہ ہے ۱۹۲۰ء میں پہلی بار چھپی اس کے صفحہ ۱۴۴ پر ہے:

"شیخ محمد جھندہ آپ مرید وخلیفہ حضرت سیدنا قطب الاقطاب حضرت سید بدیع الدین قطب المدار کے تھے جھندہ اس وجہ سے مشہور ہے کہ حالت وجد میں کودا کرتے تھے، بدایوں میں متصل تالاب چندوکھر میں ایک مقبرہ بطور گنبد کے بنا ہے اس میں آپ کا مزار ہے"۔

حضرت فتاح بدایونی: آپ حضرت قطب المدار رضی اللہ عنہ مکن پوری کے مرید ہیں۔ کتاب جواہر ہدایت اور زواہر ہدایت میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے تین شجرہ خلافت مذکور ہیں۔ ایک خواجہ باقی باللہ سے، دوسرا شیخ عبدالاحد، شیخ رکن الدین، شیخ عبدالقدوس سے ہوتا ہوا شیخ عبدالسلام علی شاہ پھر عبدالعزیز مکی تک۔ اور تیسرا شجرہ شیخ عبدالاحد، شیخ رکن الدین، شیخ عبدالقدوس درویش محمد بن قاسم، سید بڈھن اور سید اجمل سے ہوتا ہوا شاہ بدیع الدین مدار تک اور پھر طیفور شامی، عین الدین شامی، امین الدین شامی اور امام عبداللہ علمبردار تک۔

کتاب ناصر السالکین علیٰ طریق العارفین کے صفحہ ۱۸۶ پر شجرہ عالیہ مداریہ رزاقیہ یوں درج ہے:

"عن حضرت مولانا شاہ نظام الدین محمد فرنگی محلی قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا قطب الآفاق وسید المشتاق سید شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ وہو عن حضرت شاہ دوست محمد عرف شاہ دوسی لکھنوی قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا تراب قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ میر سید علی شاہ عاشقان قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شیخ محمد علی بنگالی قدس سرہ معروف بہ شیخ قاضن قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ شیخ پیادہ جونپوری مکن پوری قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ شیخ ابی القاسم قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ بھیکا قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ ابوالخیر قدس سرہ وہو عن حضرت مولانا شاہ حسام الدین قدس سرہ وہو عن حضرت مولانان شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہ"۔

تو کیا بانسہ شریف کے حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ اور ان کے ذریعہ ملا نظام الدین فرنگی محلی بقول سبع سنابل ایک سوخت سلسلہ کی اجازت وخلافت پا گئے؟

کتاب سراج الفقہاء کے صفحہ ۶ پر زیر عنوان "گروہوں کا بیان" مؤلف لکھتا ہے:

"خانوادہ طیفوریان سے کئی گروہ نکلے ہیں۔ پہلا مداریہ جو شاہ بدیع الدین مدار سے جاری ہوا"۔

الاصل المقصود ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوئی۔ اس میں حضرت

مولانا شیخ عبدالقدوس جونپوری کے بارے میں صفحہ ۸۲ پر ہے کہ:

''اجازت وخلافت سلسلہ قلندریہ، چشتیہ قادریہ وسہروردیہ وفردوسیہ وطیفوریہ از والد بزرگوار خود داشتند وسلسلہ مداریہ از حاج الحرمین بڈھن یافتند ودر فصول مسعودیہ است کہ ایں ہمہ سلاسل سبعہ رابقدرسیہ می نامند یعنی کل واحد من ہذہ السبع قد وسیۃ ینتھی الی القدوس السلام او یرتبط بعبدالقدوس بن عبدالسلام چنانچہ مولوی معنوی در منظومہ مختصرہ بدیں معنی اشارت کردہ گفتہ اند۔

نیز عبدالقدوس عبدالسلام
ازبڈھن حاجی ازحسام ہمام
اوز بوالفتح اوز قاضن داشت
انچہ قطب المدار دروے کاشت
بامداریہ روز وشب باشیم
بدوپیوستہ چوں دولب باشیم

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۰ پر ایک شعر اور ملاحظہ ہو۔

شیخ قاضن ہم حسام الدین امام
ہم بدیع وہم علمبردار ۔۔نام

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ میرے پاس ایک ایسا بھی منظوم شجرۂ مداریہ ہے۔ جس کی تصدیق شہزادہ مارہرہ مطہرہ حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری کے سلسلہ بدیعیہ سے ہوتی ہے۔

حضرت شاہ فضل اللہ رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ مداریہ ہیں۔ دونوں کے دادا پیر، حضرت اچھے میاں ہیں۔ حضرت نوری میاں اپنے جدومرشد حضرت سید آل رسول احمدی کے توسط سے......اور حضرت علامہ فضل رسول، حضرت عبدالمجید کے توسط سے بقیہ سلسلہ مداریہ دونوں کا آخر تک ایک ہے، حضرت نوری میاں کا شائع کردہ عربی میں جس شجرہ مداریہ کو آپ پڑھ چکے۔ اسی کو اردو میں منظور میں بآسانی یاد کرنے کیلئے پڑھنا چاہیں تو ملاحظہ فرمائیں۔ ماہنامہ آستانہ اگست ۱۹۵۵ء کا صفحہ ۱۸۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد کہ سلسلہ برکاتیہ اور سلسلہ رضویہ کے تاجداروں مثلاً حضرت سید برکت اللہ، حضرت سید حمزہ، حضرت سید آل رسول، حضرت سید ابوالحسین احمد نوری، حضرت فاضل بریلوی اور حضرت سید آل مصطفیٰ علیہم الرحمۃ والرضوان کو سلسلہ عالیہ مداریہ کی اجات وخلافت حاصل تھی۔ نیز مظہر حق حضرت عبدالقادر بدایونی اور تاجدار اہلسنت حضرت فضل رسول علیہما الرحمۃ والرضوان بھی سلسلہ مداریہ میں مجاز وماذون تھے۔ اور سلسلہ مداریہ اپنے ایک نام سے نہیں بلکہ مختلف گروہوں اور ناموں سے جاری رہا۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت قطب المدار نے اپنی طویل ترین مدت عمر میں بے شمار ''اولیاء اللہ اور محبوبان بارگاہ الہ'' کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ جیسا کہ غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی نے پہلے تو خرقۂ خلافت کی پانچ قسمیں ''لطائف اشرفی'' میں بیان کیں، جس میں ایک ''خرقۂ محبت'' بھی ہے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ جب میری ملاقات حضرت بدیع الدین مدار سے ہوئی تو بوقت واپسی میں نے انہیں شایان شان رخصت کیا اور حضرت مدار پاک نے مجھ کو ''خرقۂ محبت'' عطا فرمایا۔ اس طرح سلسلہ مداریہ کی اشاعت کا باعث سلسلۂ اشرفیہ بھی ہوا کیوں کہ سلسلہ خلفاء ہی سے جاری رہتا ہے۔ مفتی اعظم ہند کا فرمان جس کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے ملاحظہ فرمائیں:

''حضور سیدنا قطب المدار قدس سرہ کا سلسلہ جاری ہے سلسلہ خلفاء ہی سے جاری ہوتا ہے''۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

مہر ۱۳۷۷ھ

الحمدللہ میں نے بدلائل قاہرہ ثابت کردیا کہ سلسلہ عالیہ بدیعیہ جاری ہے۔ اسے سوخت قرار دینا غلط، خلاف واقعہ اور بے شمار اولیاء اللہ کی تکذیب ہے ایسی بے سروپا باتیں اگر سبع سنابل میں ہیں تو وہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کی تحریر کردہ ہرگز نہیں بلکہ الحاقی ہیں اور جب الحاق وتحریف کسی تصنیف میں ثابت ہو تو اس سے استدلال کرنا تحقیق حق سے انحراف ہے۔ ایسی کتابوں کے مندرجات کو تحقیق اور علمائے ربانیین کی تائید کے بغیر قبول کرنا خشیت الٰہی سے محرومی کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے وصال کے بعد شائع کردہ ''سبع سنابل'' کی بعض الحاقی عبارتوں نے اسے لائق استدلال نہیں رکھا کہ اس کی ہر بات کو بلا چوں چرا تسلیم کرلیا جائے اور ایک سبع سنابل کے لئے مارہرہ مطہرہ کچھوچھہ مقدسہ بدایوں شریف کالپی شریف اور بریلی شریف کے اکابرین واولیائے کاملین کے شجروں کو ڈائنامیٹ کردیا جائے اوران کی دھجیاں اڑادی جائیں۔ ایسا ہرگز نہ کیا جائے بلکہ اعلان کردیا جائے کہ ''سبع سنابل'' چونکہ الحاقی عبارتوں پر مشتمل ہے اس لئے اس کتاب کے جملہ مندرجات سے استدلال درست نہیں۔

خودکو دیکھیں مجھے آئینہ دکھانے والے

سید نجیب الحسن نجیب مکن پوری

جب کہ ہر وقت ستاتے ہیں ستاتے والے
جانے پھر کیوں مجھے پیارے ہیں زمانے والے

کون رہ پائے گا محروم سرور ومستی
جب پلائیں گے نگاہوں سے پلانے والے

قدر غم کر نہ سکا کوئی مرے دل کے سوا
یوں تو دیکھے ہیں بہت غم کے اٹھانے والے

لغزشیں ہونگی فرشتہ تو نہیں میں لیکن
خود کو دیکھیں مجھے آئینہ دکھانے والے

مرا دل ہے کوئی بے جان کھلونا تو نہیں
کچھ خبر بھی ہے اسے توڑ کر جانے والے

میں نے آنکھوں سے بہایا ہے لہو دل کا نجیب
تیری فرقت میں مجھے دل سے بھلانے والے

जायरीन -ए- कुतुबुल मदार
604 वें
उर्स मदारुल आलमीन में मकनपुर शरीफ आमद पर
इदारा
रहबरे नूर
मकनपुर शरीफ
आपको मुबारकबाद देता है

रिसाला रहबरे नूर के मेम्बर बन कर सिलसिलाए आलिया मदारिया की तबलीग़ व इशाअत में हिस्सेदार बनें

ایک نعمت عظمیٰ "پانی" عطائے ربانی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پانی کی حقیقت کو اس طرح واضح فرمایا "اور اتارا آسمان سے پانی" (سورہ البقرہ۔۲۲) "کئی پتھر ایسے بھی ہیں جن سے بہ نکلتی ہیں نہریں اور کئی ایسے بھی ہیں کہ جو پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلنے لگتا ہے" (البقرہ۔۷۴) "اور جو اتارا اللہ تعالیٰ نے بادلوں (آسمان) سے پانی" (البقرہ۔۱۶۴) "پھر نہ پاؤ تم پانی تو (اس صورت میں) تیمم کرلو" (النساء۔۴۳) "پھر نہ پاؤ تم پانی تو تیمّم کرو" (المائدہ۔۶) "اور وہی ہے جس نے اتارا بادل (آسمان) سے پانی تو ہم نے نکالی اس کے ذریعہ اگنے والی ہر چیز" (الانعام۔۹۹) "اور آواز دیں گے دوزخی جنتیوں کو کہ انڈیلو ہم پر کچھ پانی" (الاعراف۔۵۰) "پھر ہم اتارتے ہیں اس سے پانی پھر پیدا کرتے ہیں اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل" (الاعراف۔۵۷) "اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کردے تمہیں" (الانفال۔۱۱) "حیات دنیوی (کے عروج زوال) کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے" (یونس۔۲۴) "اس کا عرش پانی پر تھا"۔ (ھود۔۷)

ارض وسماء سے پہلے پانی کی تخلیق ہوچکی تھی اور یہی اصل کائنات ہے اور یہی منبع حیات ہے۔ "وہ بچالے گا مجھے پانی سے" (ھود۔۴۳) "اور حکم دیا گیا ہے اے زمین نگل لے اپنے پانی کو اور اے آسمان تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہوگیا" (ھود۔۴۴) "سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے" (الرعد۔۴) "جو پھیلائے ہوا پنی ہتھیلیوں کو پانی طرف تاکہ اس کے منہ تک پانی پہنچ جائے" (الرعد۔۱۴) "اس نے اتارا آسمان سے پانی پس بہنے لگیں وادیاں اپنے اپنے انداز کے مطابق" (الرعد۔۱۷) "اور پلایا جائے گا پیپ کا پانی" (ابراہیم۔۱۶) "اور اتارا بلندی (آسمان) سے پانی" (ابراہیم۔۳۲) "پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو" (الحجر۔۲۲) "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی تمہارے لئے اس میں سے کچھ پینے کے کام آتا ہے اور اس سے سبزہ اگتا ہے جس میں تم (مویشی) چراتے ہو" (النحل۔۱۰) "اور اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس سے زمین کو اس کے بنجر بن جانے کے بعد" (النحل۔۶۵) "ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے" (الکھف۔۲۹) "دنیوی زندگی کی (ایک اور) مثال یہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے اتارا ہے آسمان سے" (الکھف۔۴۵) "اور اتارا آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے پانی کے ذریعہ (شکم زمین سے) جوڑے گونا گوں نباتات کے" (طٰہٰ۔۵۳) "ہم نے پیدا فرمائی پانی سے ہر زندہ چیز"۔ (الانبیاء۔۳۰)

ہر جاندار چیز کی تخلیق پانی سے کی گئی ہے یہی اس کا مادہ اصلی ہے۔ یا ہر جاندار کی بقاء اور نشو ونما کا انحصار پانی پر ہے یا یہ کہ مادہ منویہ جو ہر جاندار کا اصل ہے وہ پانی ہے، بہر حال جس لحاظ سے دیکھو زندگی اور پانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ "عموماً جاندار چیزیں جو دکھائی دیتی ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں پانی ہی ان کا مادہ ہے الا کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہے"۔

"تو دیکھتا ہے زمین خشک پڑی ہے پھر ہم اتارتے ہیں اس پر (بارش کا) پانی تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے" (الحج۔۵) "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا آسمان سے پانی تو ہوجاتی ہے (خشک زمین تروتازہ) سر سبز وشاداب" (الحج۔۶۳) "اور ہم نے اتارا آسمان سے پانی اندازہ کے مطابق" (المومنون۔۱۸) "ان

کے اعمال ایسے ہیں جیسے چمکتی ہوئی ریت ہو کسی چٹیل میدان میں خیال کرتا ہے اسے پیاسا کہ وہ پانی ہے" (النور۔۳۹) "اور اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے ہر جانور کو پانی سے" (النور۔۴۵) "اور ہم اتارتے ہیں آسمان سے پاکیزہ پانی تا کہ ہم زندہ کردیں اس پانی سے کسی غیر آباد شہر کو" (الفرقان۔۴۹،۴۸) "اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا انسان کو پانی (کی بوند) سے" (الفرقان۔۵۴) "اور جس نے اتارا تمہارے لئے آسمان سے پانی" (النحل۔۱۰) "اور جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے" (القصص۔۲۳) "اگر آپ پوچھیں ان سے کہ کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کردیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے بنجر بن جانے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے" (العنکبوت۔۶۳) "اور اتارتا ہے آسمان سے پانی اور زندہ کرتا ہے اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد" (الروم۔۲۴) "اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پس اگائے ہم نے زمین ہر نوع کے نفیس جوڑے" (لقمان۔۱۰) "پھر پیدا کیا اس کی نسل کو ایک جوہر سے یعنی حقیر پانی سے" (السجدہ۔۸) "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم لے جاتے ہیں پانی بنجر زمین کی طرف" (السجدہ ۔۲۷) "کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ اتارتا ہے آسمان سے پانی" (فاطر۔۲۷) "کیا تم نہیں دیکھتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے آسمان سے پانی پھر جاری کیا اسے زمین کے چشموں سے" (الزمر۔۲۱) "پھر جب ہم اتارتے ہیں اس پر (بارش کا) (پانی" (حم السجدہ۔۳۹) "اور جس نے اتارا آسمان سے پانی اندازے کے مطابق" (الزخرف۔۱۱) "اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جس کی بو اور مزہ نہیں بگڑتا" (محمد۔۱۵) "اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا" (محمد۔۱۵) "اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی "(ق۔۹) "پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ" (القمر۔۱۱) "اور جاری کردیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لئے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا" (القمر۔۱۲) "اور انہیں آگاہ کردیجئے کہ پانی تقسیم کردیا گیا ہے ان کے درمیان" (القمر۔۲۸) "اور پانی کے آبشاروں میں" (الواقعہ۔۳۱) "کیا تم نے (غور سے) دیکھا ہے پانی جو تم پیتے ہو" (الواقعہ۔۶۸) "آپ پوچھئے اگر کسی صبح تمہارا پانی زمین کی تہہ میں اتر جائے تو تمہیں میٹھا صاف پانی کون لادے گا" (الملک۔۳۰) "ہم نے جب سیلاب حد سے گزر گیا تو تمہیں کشتیوں میں سوار کردیا" (الحاقہ۔۱۱) "اور اگر وہ ثابت قدم رہیں راہ حق پر تو ہم انہیں سیراب کریں گے کثیر پانی سے" (الجن۔۱۶) "کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا" (المرسلت۔۲۰) "اور ہم نے ہی تمہیں میٹھا پانی پلایا" (المرسلت۔۲۷) "اور ہم نے برسایا بادلوں سے موسلا دھار پانی" (النباء۔۱۴) "بے شک ہم نے زور سے پانی برسایا" (عبس۔۲۵) "اسے پیدا کیا گیا اچھلتے پانی سے" (الطارق۔۶) "نکالا اس سے اس کا پانی اور اس کا سبزہ" (النازعات۔۳۱) "یا یوں جذب ہوجائے اس کا پانی زمین کی گہرائیوں میں کہ پھر تو اس کو تلاش کے باوجود نہ پاسکے"۔ (الکہف۔۴۱)

احادیث شریف اور پانی

حضرت ابوطلحہ انصاری کے پاس ایک باغ تھا اس میں کھجور کے درخت اور ایک کنواں موسومہ بہ بیرحاء تھا اور اس کا رخ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور اس کنویں کا شیریں پانی نوش فرمایا کرتے تھے (صحیح بخاری بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تھے تو حضور کی خدمت میں پیش کرنے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کنویں سے پانی ملا کر پیش کیا جسے آپ نے نوش فرمایا (ایضا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "اگر تمہارے پاس مشک میں رات کا رکھا ہوا پانی ہو تو پلاؤ"۔ اس آدمی نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ! میرے پاس ہے"۔ اس نے ایک پیالہ میں

پانی ڈالا پھر اپنی بکری کا دودھ دوہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا (صحیح بخاری بروایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین سانس لیتے تھے (صحیحین) یہ فرماتے تھے کہ یہ زیادہ سیر کرنے والا زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے (مسلم شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا (صحیحین بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اس سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی پیئے (مسلم شریف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آب زمزم کا ڈول لایا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا (صحیحین) "یہ بھی سنت ہے کہ آپ زم زم کھڑے ہو کر پیے تعظیم کے لئے اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کی رگڑ سے برآمد ہوا، دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک بار زم زم شریف پی کر پانی کنویں میں ڈال دیا۔ (مرآت)

مناقب بدرگاہ مدار العالمین رضی اللہ عنہ

سید شہرت ادیب مکن پوری

آپ کا جو بھی باب حرم چوم لے
سربلندی خود اس کے قدم چوم لے
شاہکار ولایت وہ کیسے نہ ہو
جس کی پیشانی شاہ امم چوم لے
خلد کی کیاریاں ہے تری جالیاں
جو بھی دیکھے خدا کی قسم چوم لے
اس کی مٹھی میں ہو جائے سارا جہاں
بڑھ کے جو تیرا دست کرم چوم لے
چاہتا ہو مسرت کا جو آسماں
ان کی دہلیز باچشم نم چوم لے
اس کے سینے میں ایماں دھڑکنے لگے
پاؤں تیرے جو کوئی صنم چوم لے
ہے عقیدت کا شہرت تقاضہ یہی
مدح آقا جو لکھے قلم چوم لے

سید محمد توثیق منصف مصباحی

جب کہا دم مدار قطب جہاں ۔۔۔ ہو گیا بیڑا پار قطب جہاں
تیر در کی گدائی حاصل ہے ۔۔۔ ہم ہیں یوں باوقار قطب جہاں
ہند میں دین حق کے گلشن پہ ۔۔۔ آپ سے ہے بہار قطب جہاں
عاشقوں کے دلوں کی جنت ہے ۔۔۔ آپ کا یہ دیار قطب جہاں
ہر قدم پہ رکھو گے لاج مری ۔۔۔ ہے مجھے اعتبار قطب جہاں
تیرے روضے پر پڑ گئی جو نظر ۔۔۔ دل نے پایا قرار قطب جہاں
جس نے اس در کی خاکساری کی ۔۔۔ بن گیا تاجدار قطب جہاں
کہتا ہے واقعہ نصیبہ کا ۔۔۔ تم ہو بااختیار قطب جہاں
غم مرے دل سے دور ہو جائیں ۔۔۔ اے مرے غمگسار قطب جہاں
آپ کا ہی غلام ہے منصف
رکھنا اس کا وقار قطب جہاں

حضور غوث الاعظم

سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ

مراسلہ۔ محمد جنید خاں دہلی

اسلامی تاریخ کے دامن میں ہمارے برگزیدہ اسلاف کی سنہری زندگیوں کے زرّیں تذکرے ان کی سیرت وسوانح اوران کے بے مثال کارنامے اورلازوال کردار کی سچی گرفت بطور امانت محفوظ ہے، اسلامی تاریخ جہاں مجاہدین، امراء وسلاطین علماء فلاسفہ اطباء وسائنس دانوں قاضیوں اورداعیان امت اوراسی طرح تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں ترین رجال کار اورنامور شخصیات کا تذکرہ وتعارف احترام وعظمت کے ساتھ پیش کرتی ہے وہیں روحانی تزکیہ وتربیت کے میدان میں سادہ خوارکی وسادہ پوشاکی کے باوجود یداللّٰہی تاثیر کے ساتھ انسانی زندگی میں حیرت انگیز وتعجب خیز انقلاب برپا کردینے والے اولیاء اللہ کی شخصیات کا تذکرہ بھی بھرپور عقیدت وتکریم کے ساتھ کرتی ہے۔

پیغمبران عالی مقام کی بعثت کا سلسلہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر منتہی ہوچکا ہے۔اس کے بعد انسانی معاشرے میں پیش آنے والے اصلاح طلب احوال کی دیکھ بھال صالح علماء امت اوراولیاء عظام اورداعیان حق کی ذمہ داری ٹھہری اس ذمہ داری کو پورے انہاک کے ساتھ ہردور کے صاحب توفیق علماء وصلحا اولیاء کرام انجام دیتے رہے۔پھرکسی کی خدمات کا دائرہ امت میں زیادہ وسیع ہوا اورکسی کی خدمات کا سلسلہ وقت کے تقاضوں کی حدود میں رہا۔

سرزمین عراق گذشتہ صدیوں کے تناظر میں اس حیثیت سے بڑی مردم خیز ثابت ہوئی ہے کہ اس کے مختلف خطوں میں بڑی عظمتوں وفضیلتوں کے مالک اولیاء کرام اورعلماء عظام پیدا ہوئے جن کی علمی وعملی خدمات اس قدر وسیع ہیں کہ ان سے آج تک پوری دنیا استفادہ کررہی ہے اور مسلسل سیرابی حاصل کررہی ہے۔روحانی اعتبار سے بھی اس سرزمین کو بڑا تقدس حاصل رہا ہے خاص طور پر علاقہ گیلان کو یہ شرف نمایاں طور پر حاصل ہوا ہے جہاں حضرت اقدس محبوب سبحانی امام اولیاء افضل الاتقیاء اسوۃ الشرفاء عمدۃ السالکین سراج السالکین تاج الفقراء سیدنا محی الدین عبدالقادر الحسینی جیلانی نوراللہ مرقدہ پیدا ہوئے۔علاقہ گیلان کے قصبہ ’’نیف‘‘ میں آپ ’’پانچویں صدی ہجری کی آٹھویں دہائی کے آغاز میں پیدا ہوئے۔علامہ شریف مرتضٰی نے اپنی تصنیف لطیف ’’تاج العروس‘‘ میں وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ آپ ’’470میں پیدا ہوئے اسی طرح امام ابن جوزی نے بھی ’’المنتظم‘‘ میں لکھا ہے۔

آپ کا نسب اس طرح ہے۔’’ سیدنا عبدالقادر بن ابو صالح جنگی بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحیٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبدالمحض بن حسن المثنّٰی بن سیدنا حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب‘‘اس ترتیب سے گیارہ واسطوں کے ساتھ آپ کا نسب حضرت علی بن ابی طالب خلیفہ راشد چہارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔اوروالدہ ماجدہ کی جانب سے آپ کا نسب پندرہ واسطوں کے بعد حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔آپ نے اسلامی علوم وفنون میں سے تقریباً تمام ہی فنون متداولہ اورعلوم متعارفہ کی تعلیم حاصل کی اورمہارت کی حدتک اس میں درک حاصل کیا مگر آپ کو جن علوم میں اختصاص کی حیثیت سے مہارت حاصل تھی وہ علم حدیث علم فقہ اورعلم بلاغت ہے۔آپ نے زمانہ تعلیم میں بڑے ادب وسلیقہ مندی کے ساتھ

اساتذہ و معلّمین کی نگاہوں کا سایہ حاصل کیا اور ہر ممکن جدو جہد عمل کی ڈگر پر رواں رہے چنانچہ آپ کی تعلیمی زندگی بھی خالق کائنات کی ایک بے بدل عطا تھی جس کی اثر انگیزی آپ کی سیرت میں نمایاں ہوئی اور عقیدت مندوں کی نگاہوں نے بعد کو مشاہدات کے ذریعہ قرار حاصل کیا۔ غنیۃ الطالبین کے مقدمہ (اردو) میں محبوب سبحانی علیہ الرحمہ کی سوانح میں ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے جس کا تعلق آپ کی ابتدائی زندگی سے ہے جبکہ آپ تعلیمی مراحل طے کر رہے ہوں گے۔ ایک مرتبہ کھیلتے ہوئے آپ کے پاس سے کوئی گائے گذری اس کے پیچھے بچوں کی طرح دوڑے آپ گائے کو پکڑنا چاہتے تھے گائے نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور یہ جملہ کہا۔

"نہ آپ اس کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی آپ کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے" گائے کی زبانی یہ جملہ سن کر آپ خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ کر گھر کی چھت پر چڑھ گئے چھت پر سے دیکھا تو ایک قافلہ نظر آیا جو حج کے لئے جا رہا تھا۔ نیچے اترے قافلے کی معیت میں سفر علم کا شوق دل میں پیدا ہوا ماں سے اس مقدس آرزو کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں علم حاصل کرنے کے لیے بغداد جانا چاہتا ہوں نیک سیرت ماں نے اجازت دیتے ہوئے توشہ سفر تیار کیا توشہ سفر روحانی اور مادی دونوں قسموں کی چیزوں پر مشتمل تھا مادی چیز کی شکل میں چالیس دینار تھے جو والدہ نے قمیض کے کسی پوشیدہ حصے میں سی کر محفوظ کر دیئے تھے تا کہ بوقت ضرورت کام آئیں روحانی چیز یہ دی کہ "بیٹا ہمیشہ سچ بولنا غ جھوٹ کبھی مت بولنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سچائی باعث نجات ہے اور جھوٹ ہلاکت کا باعث ہے۔"

قافلے کے ساتھ سفر شروع کر دیا۔ دوران سفر کسی مقام پر ڈاکوؤں اور رہزنوں نے قافلے کو لوٹ لیا ایک رہزن نے دیکھا کہ ایک معصوم بچہ دور کھڑا ہے اس نے آکر پوچھا کہ تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ جواب دیا۔ جی ہاں چالیس دینار ہیں"۔ رہزن کو ننھے ولی کی بات کا یقین نہ آیا اس نے سمجھا کہ یہ چھوٹا بڑا اجی دار معلوم ہوتا ہے میرا مذاق اڑا رہا ہے یا پھر عقل کا کمزور ہے وہ حضرت کو پکڑ کر اپنے گروہ کے سردار کے پاس لایا جس کا نام احمد تھا۔ احمد کے دریافت کرنے پر بھی آپ نے وہی سچا جواب دیا پوچھا وہ چالیس دینار کہاں ہیں؟ آپ نے گدڑی نما قمیض کا وہ پوشیدہ حصہ پھاڑ کر دینار سامنے ڈال دیئے احمد نے کہا۔ "یہ تو ایسی پوشیدہ جگہ تھی کہ تلاشی لینے کے بعد بھی کچھ برآمد ہونا دشوار تھا تو نے کیوں ظاہر کر دیئے؟" جواب میں فرمایا۔ "ماں نے سچ بولنے کی نصیحت اور تاکید کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا تھا اس لئے میں نے حکم کی تعمیل کی ہے اور دینار نہیں چھپائے ہیں۔" معصوم ولی اور ننھے ہادی، داعی برحق اور سچے رہبر کی صداقت کو دیکھ کر سنگدل ڈاکو کافی دیر تک روتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ معصوم سالڑ کا اپنی ماں کی نصیحت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا اتنا خیال رکھتا ہے اور میں نے اب تک اپنے مالک حقیقی کے کسی فرمان کی تعمیل نہیں کی دل پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ فوراً تائب ہو گیا سب رہزنوں سے کہا کہ تو انہوں نے بھی توبہ کر لی۔ قافلے والوں کا لوٹا ہوا مال بھی سارا واپس کر دیا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سارے رہزن بڑے بڑے عارف باللہ اور اولیاء اللہ ہو گئے۔"

ان دنوں میں بغداد "مدینۃ العلم" کہلاتا تھا جہاں سینکڑوں کی تعداد میں مدرسے دانش گاہیں معاہدہ علم وہنر تربیت گاہیں دارالعلوم اور بڑے بڑے مشہور علمی ادارے دنیا بھر کے تشنگان علم وہنر کی تشنہ کامیوں کی سیرابی کا سامان کر رہے تھے۔ ان مدارس میں مدرسہ نظامیہ مدرسہ احناف بہت زیادہ مشہور ومعروف مدرسے تھے اسی طرح مدرسہ باب الازج بھی شہرت کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ جس کے بانی مبانی قاضی ابوسعید تھے جو وقت کے اکابر فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے مدرسہ باب الازج میں داخلہ لیا اور یہیں رہ کر اپنی تعلیم مکمل کی۔

علوم دینیہ اور شرعیہ کے حصول کے بعد آپ نے تربیت باطن کے لئے سب سے بڑے شیخ حماد بن مسلم دباس کے دامن پر

فیوض سے وابستگی اختیار کی جبکہ تربیتی طور پر باطنی تزکیہ وتعلیم کی تکمیل حضرت شیخ القاضی ابوسعید مبارک المخزومی کے زیر سایہ ہوئی یہی آپ کے استاد فقہ اور اصول فقہ بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت المخزومی کے ایما پر فراغت علوم کے بعد مدرسہ باب الازج ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ابتدائے زمانہ تدریس میں آپ کے حلقہ درس میں طلبہ کی تعداد بہت ہی معمولی تھی مگر رفتہ رفتہ یہ تعداد اتنی بڑھ گئی کہ مدرسہ باب الازج کی زمین ناکافی ہوگئی اور ہجوم کو دیکھتے ہوئے مدرسہ کی تعمیرات میں بڑی توسیع کرنی پڑی۔ جب آپ نے حلقہ افادہ میں لوگوں سے وعظ وموعظت کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی تھی۔

آپ کے ملفوظات ومواعظ ہی امت کے لئے گرانقدر ذخیرہ ہیں تاہم مستقل بالذات طور پر آپ نے "الفتح الربانی" "فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین نامی عظیم تصانیف چھوڑی ہیں جو عوام وخواص کے حلقے میں مقبول ومتداول ہیں۔ اہل سیر وسوانح کا کہنا ہے کہ آپ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں اور سب سے اولادیں ہوئیں آپ کے کل گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء برحق ہیں جس کا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی ہے چنانچہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ "جب زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے حجرے میں آتے تو دیکھتے وہاں بے موسم کے پھل فروٹ اور میوہ موجود ہے پوچھنے پر جواب دیتیں کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے۔" اسی طرح سورہ کہف میں موسیٰ وخضر کا واقعہ بیان ہوا احادیث میں بھی کرامات اولیاء کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ جریج راہب کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس بچہ سے پوچھا کہ تو کس کا لڑکا ہے۔ تو اس نے کہا "میں فلاں چرواہے کا بیٹا ہوں" اسی طرح جمعہ کے منبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ کو آواز دی کہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو اور یہ آواز ہزاروں میل دور پہنچ گئی۔

ان آیات وروایات کی روشنی میں حقیقت واشگاف ہوگئی کہ بزرگان دین اولیاء کرام سے بھی کرامات صادر ہوسکتی ہیں اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اب ہم چند کرامات حضرت کی بیان کرتے ہیں "ابو المظفر منصور کے ہاتھ میں ایک مرتبہ کوئی فلسفہ کی کتاب تھی حضرت نے اسے دیکھے بغیر فرمایا کہ "یہ تیری بدترین رفیق ہے اس کو دھوڈال'۔ میں نے سوچا کہ اسے گھر لے جاکر رکھ چھوڑوں گا۔ حضرت نے وہ کتاب مجھ سے تھوڑی دیر کے لئے لے لی پھر یوں پکڑ کو واپس فرمادی اب جو کھول کر دیکھا تو صرف صفحات تھے حرف سارے غائب تھے۔ ایک چور آپ کے گھر میں چوری کرنے کے لئے داخل ہوا بینائی محروم ہوگیا آپ نے اسے سمجھایا ہدایت فرمائی تو اس نے توبہ کرلی اور ولایت کے مرتبہ پر فائز ہوگیا۔ طریقہ سہروردیہ کے بارے میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو علم الکلام اور معقولات سے کافی دلچسپی تھی وہ حاضر خدمت ہوئے حضرت نے فرمایا ان علوم کو چھوڑ دے مگر وہ اس سے مطمئن نہ ہوئے قریب بلا کر ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو سارے معقولی علوم محو ہوگئے اور جو کچھ یاد تھا سب بھول گئے اور سینہ معقولات سے بالکل صاف ہوگیا اس طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو حضرت کی کرامتوں میں منجملہ شمار ہوتے ہیں۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے 91 برس یک عمر پائی اس لئے آپ کی وفات 561 میں ماہ ربیع الثانی کی 9 یا 11 یا 17 تاریخ کو ہوئی۔ البتہ راجح قول یہ ہے کہ 11 ربیع الثانی کو ہوئی۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ درس میں ایسے ہزاروں لوگوں کو افادیت سے نوازا جن کی تعداد بے شمار ہے البتہ ان میں نمایاں ترین تلامذہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

☆☆☆

اسلامی تاریخ کی انمول وراثت
غار حرا اور غار ثور

پروفیسر سید جلال الدین

ابتدائے آفرینش سے آج تک انسان کی طبیعت یہ چاہتی رہی ہے کہ اس کو راحت وسکون میسر آئے تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اکثر انبیاء و رسولؑ نے تلاش سکون اور یکسوئی قلب کے لئے پہاڑوں یا کوہستانی غاروں میں پناہ لی۔ انسان نے سب سے پہلے غاروں ہی کو اپنا مسکن بنایا تھا اور ان سے انسان کو ہمیشہ کچھ نہ کچھ تعلق رہا ہے۔

پہاڑوں کو تراش کر اپنے معبد اور رہائش گاہیں بنانے میں فراعنہ مصر کو بہت شہرت ہوئی اور آج بھی ان کی عظیم یادگاریں موجود ہیں، جو عجائبات میں شمار ہوتی ہیں۔ قرآن پاک نے بھی فرمایا ہے کہ وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر رہتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان اور چین کے رشی منی اور تارک بھی پہاڑوں میں گپھائیں بنا بنا کر رہتے اور گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جب توبہ قبول ہوئی، ہو جبل رحمت پر ہی حضرت حوا سے ان کی ملاقات ہوئی اور اسی کی یادگار وہ جگہ ہے جس کا نام عرف یا معرفت یعنی پہچان کی جگہ ہے۔ حضرت نوحؑ کی کشتی ارارط پہاڑ پر جا کر رکی تھی۔ سیدنا موسیٰؑ کو کوہ طور پر ہی تجلی اور کلام کا شرف عطا ہوا تھا۔ غرض انسان کی روحانی عظمت و رفعت کی داستان سے پہاڑوں کا بھی گہرا تعلق ہے۔ قرآن پاک میں یاران غار (اصحاب کہف) کا تذکرہ دیکھئے۔ سورۂ کہف (یعنی غار والی سورۃ) میں فرمایا گیا ہے کہ اصحاب کہف چند صالح اور نیک مرد تھے۔ ان کے زمانہ میں دقیانوس نامی کوئی بادشاہ تھا۔ یہ بڑا ظالم بھی تھا اور شرک کا بھی مرتکب تھا۔ لوگوں سے جبریہ بتوں کی پوجا کراتا تھا اور جو نہ مانتا اسے سنگسار کرا دیا دیتا تھا۔ مگر یہ لوگ شرک و بت پرستی سے بیزار ہو چکے تھے اور بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں پناہ کے لئے چلے گئے تھے۔

خدا تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی اور ان کے لئے غار میں مکمل حفاظت کا انتظام کیا۔ اس غار میں نہ کوئی اندر جا سکتا تھا اور نہ بارش یا دھوپ ان کو پریشان کر سکتی۔ یہ لوگ قیامت تک اسی غار میں سوتے رہیں گے۔ خدا کے عظیم پیغمبر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بیت المقدس میں کوہ زیتون کی ایک کھوہ میں قیام فرمایا اور وہیں تبلیغ فرماتے تھے۔ یہاں سے ہی آپ کو یہودیوں نے سولی پر چڑھانے کے لئے گرفتار بھی کیا تھا۔ مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک ایسے ہادی کی ضرورت تھی، جو تمام کائنات کے لئے آخری پیغمبر ہو۔ چونکہ ابھی تک اللہ کے پیغمبر اپنی اپنی آبادیوں میں جماعتوں، گروہوں اور برادریوں کی ہدایت کے لئے آتے رہتے تھے، لیکن دنیا کو اب ایسے ہادی کی ضرورت ہو چکی تھی، جو ان تمام ہدایتوں کا جامع ہو۔ اس وقت دنیا میں ہر طرف جہالت اور گمراہی نے اپنا اڈہ بنا رکھا تھا۔ حالانکہ اس وقت کی دنیاوی ترقی کے لحاظ سے لوگ بہت آگے تھے، مگر پھر بھی وہ روحانی ترقی کے معاملہ میں پیاسے تھے یا بھٹکے ہوئے تھے خود عرب میں معاشرہ کی حالت یہ تھی کہ بت پرستی عام تھی اور وہی ہر برائی کی جڑ تھی۔ عرب کے باشندوں پر ان کی اپنی خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ اس خود مختاری سے خود سری اور سرکشی پیدا ہوئی۔

انہوں نے اپنی شجاعت اور جرأت کا نشانہ خود اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔

بے کاری، کاہلی، جوا، شراب عام تھی۔ غیر ممالک سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان بے شک بڑی فصیح تھی، مگر اس فصاحت کا استعمال زیادہ تر خودستائی اور اپنے فحش کارناموں کے اظہار کے لئے وقف تھا۔ الگ رہنے کی وجہ سے مصاہرت (سسرال رشتے) کی برائیاں غلط طور پر ان کے ذہنوں پر مسلط ہو چکی تھیں۔ مدعیان شرافت بڑی دیدہ دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زمین میں زندا زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے۔ جہالت نے بت پرستی کو پیدا کیا اور اس نے وساوس و توہم کو، دنیا اس گمراہی اور تاریکی میں گھری ہوئی تھی۔ کہ آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔

ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ کے مبارک دن یہ آفتاب طلوع ہوا۔ ابتدائی عمر حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں صحرا نشینی، گلہ بانی میں گزری تا کہ قوت، عظمت اور جہاں بانی کی صلاحیتیں پیدا ہوں۔ چار سال کے بعد واپسی ہوئی چھ سال کی عمر میں حضرت آمنہ جیسی عظیم ماں بھی اللہ کو پیارے ہو گئیں مگر دنیا میں آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا سایہ عاطفت موجود تھا۔ ماں کے دو سال بعد مقدس بزرگ دادا نے بھی رفاقت دنیا چھوڑ دی تو حضرت ابو طالب کا سایہ عاطفت موجود تھا۔ ماں کے دو سال بعد مقدس بزرگ دادا نے بھی رفاقت دنیا چھوڑ دی۔ تو حضرت ابو طالب نے اس عظیم الشان امانت کو سنبھالا اور جوان مرگ بھائی کی موت کا صدمہ اس نورانی بھتیجے کو دیکھ کر دور ہوتا چلا گیا۔ آپ ﷺ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ چچا کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام بھی تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بصرہ و یمن کے بھی متعدد سفر فرمائے۔

کون ایسا باکمال مصور ہوگا، جو اپنے موئے قلم سے اس پاکباز، پارسا، باحیاء، خوش شکل نوجوان کے کردار کی عظمت، حشمت، امانت، وجاہت، جلالت کی صحیح تصویر کھینچ سکے۔ آپ ؐ کے حسن معاملہ اور مستعدی کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ نے شریک زندگی بننے کا اظہار فرمایا۔ خدا پر ایمان اس عظیم الشان رسول کی جان تھی۔ کفر و شرک کی رسموں سے پرہیز ان کی سرشت میں تھا۔ حضورؐ کے سامنے ایک عظیم الشان انقلاب لانے کا کام تھا اور حضورؐ برابر اس مقدس مشن کے لئے کام کر رہے تھے اور دنیا میں ایک نئے معاشرہ کو جنم دے رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی اور آنحضرت اس روشنی کے معلوم ہونے سے خوش ہوا کرتے تھے۔ اس چمک میں کوئی آواز یا کوئی صورت بھی نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں خلوت گزینی کی کشش بڑھتی گئی۔ آپ راتوں کو ایک غار میں چلے جاتے، یہ غار مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اور جبل نور کی بلندی سے ذرا نیچے اتریں تو کعبہ شریف جانب ایک غار ہے۔ اس غار کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز کے قریب ہے۔ غار کے قبلہ کی سمت ایک لمبا سا شگاف بھی ہے۔ جس میں سے کعبہ صاف نظر آتا تھا۔ حضورؐ اس غار میں اکثر زمزم اور ستو وغیرہ لے کر تشریف لے جاتے اور عبادت میں وقت گزارتے۔ اس عبادت میں تمجید و تقدیس الٰہی کا ذکر شامل ہوتا۔ اور قدرت الٰہی پر تدبر و تفکر بھی جب تک پانی اور ستو ختم نہیں ہوتے، شہر میں تشریف نہ لاتے غار حرا کی ان سکوت تنہایوں کی کیفیتوں کا صحیح علم تو نبیؐ ہی کو ہو سکتا ہے، مگر آج بھی ہم جیسے گناہ گار اور ناچیز امتیوں کو اس غار میں ایک عجیب شان اور عجیب سکون اور رحمت کا احساس حاصل ہونے لگتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس غار کو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نسبت رہی ہے۔

غار حرا میں پہلی وحی: عرب کا روشن ضمیر آقا، غار جھلک دیکھنے لگا۔ اس کے خواب سچے اور الہام صحیح ثابت ہونے لگے۔ پانچ برس تک یہی کیفیت رہی۔ مگر آپؐ کی روح اس سے زیادہ بلندی و فرعت کی طلب گار تھی اور وہ جوہر قابل براہ راست اکتساب علم کی صلاحیت بھی رکھتا تھا۔ اس لئے عمر کے اکتالیسویں سال ۱۲ر فروری ۶۱۰ء کو اسے وہ منصب جلیل عطا ہوا جس کا اہل اس کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ لیلتہ القدر کی اس سعید ساعت کو خدا کا پیامی جبرائیلؑ دنیا کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غار حرا میں اللہ کا پہلا پیغام لے کر آیا اور آتے ہی کہا۔

اِقۡرَا بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ علَّمَ بِالقلم خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ اِقۡرَا وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ الَّذِیۡ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ یَعۡلَمۡ

ترجمہ: پڑھ اسؐ خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا، پڑھ تیرا خدا کریم ہے، وہ جس نے اسلام کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا، وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اس کو معلوم نہیں تھیں۔

روایت ہے کہ جب جبرائیلؑ غار حرا میں ظاہر ہوئے تو کہا ''پڑھ'' آپؐ نے فرمایا: میں تو پڑھنا نہیں جانتا''۔ تب جبرائیل نے آپؐ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے دبایا اور پھر وہی الفاظ دہرائے، مگر وہی جواب آیا۔ پھر اسی طرح دبایا۔ غرض تیسری مرتبہ جواب سننے کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے پانچ آیتیں پڑھیں۔ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مجھے کمبل اڑھا دو۔ چنانچہ کمبل اڑھا دیا گیا۔ جب کچھ دیر بعد ذرا سا سکون خاطر ہوا، تو آپؐ نے خدیجۃ الکبریٰؓ کو غار حرا کی سرگشت من وعن کہہ سنائی اور کہا مجھے جان کا خوف ہے۔ بیوی جس کی نظر خاوند کے بلند اخلاق پر تھی، پکارا اٹھیں کہ یہ واقعہ آپ کو مبارک ہو۔ خدا ہرگز آپ کو رسوا نہیں کریگا کیونکہ آپؐ قرابت داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، فقیروں کو مسکینوں کی مدد کرتے ہیں۔ مسافروں کی مہمانی فرماتے ہیں۔ اچھے کام کرنے والوں کے مددگار ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگیں نہ کرے گا۔ اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ نبی کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو بڑھاپے میں بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔ اور کہا۔

''اے بھائی! اپنے بھتیجے کا ماجرا سن'' حضور صلی علیہ وآلہ وسلم نے غار حرا کا واقعہ سنایا تو ورقہ بن نوفل نے کہا: ''یہ وہی'' ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ اسے کاش میں اس وقت زندہ رہوں جب کہ تمہاری قوم تم کو نکال دے گی اور کہا ہاں جس کو لے کر تم آئے ہو، اس کو لیکر کوئی آدمی نہیں آیا، جس سے لوگوں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر اس زمانے تک زندہ رہا تو تمہاری ہر طرح مدد کروں گا۔ افسوس یہ روشن قلب بزرگ جلد ہی فوت ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوف کا اظہار فرمایا تھا، وہ ان کے معاملات کی ابتداء اور بشریت کے تقاضے کے باعث تھا۔ کون نہیں جانتا کہ ایک نامعلوم وادی میں پہلا قدم کس قدر جھجک پیدا کرتا ہے۔ پھر غار کی تاریکی میں فرشتے کا زور زور سے بھینچنا سوائے خوف کے اور کیا کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ یہ واقعہ بھی آنحضرت کی سچائی کی دلیل ہے۔ کچھ دنوں کے بعد فرشتہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنھوں نے ابھی تک پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا خدا کا وہ پاک نام اور کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔

نے مؤمنین کی اس جماعت کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطاء فرمائی اور مہاجرین کی یہ پاک جماعت مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی۔

تکالیف و مصائب کا لا متناہی سلسلہ بڑھتا جارہا تھا کہ نبوت کے دس سال پورے ہو گئے۔ حضورؐ کے عظیم تدبیر کے شاہسوار، محسن عاشق، چچا سید ابو طالب بھی سفر دنیا طے کر گئے۔ حضورؐ پر اس صدمہ جانکاہ کا حال بیان سے باہر ہے۔ ابھی حضرت ابو طالب کا کفن میلا بھی نہ ہوا تھا کہ حضور کی پرستار، حضورؐ پر سب کچھ قربان کر دینے والی، شریک حیات سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ بھی اس دنیا سے سدھار گئیں۔

اب قیاس کیجئے ان دو صدموں سے حضور کے لئے دنیا کیسی اندھیر ہوگئی، چنانچہ اس وجہ سے تاریخ اسلام میں اس سال کو عام حزن یا سال ستم کہتے ہیں۔ انہی گھنگھور مایوسیوں میں امید کی پہلی کرن پھوٹی کہ آنحضرتؐ ایام حج میں تبلیغ دین فرماتے لوگوں کے درمیاں میں سے گزر رہے تھے کہ چند سعید و منور روحیں حضور کو نظر آئیں۔ آپؐ نے ان کا حسب و نسب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ مدینہ (پاک) کے رہنے والے، بنی خزرج قبیلہ کے لوگ ہیں۔ حضورؐ نے ان کو دعوت دی۔ کلام پاک سنایا۔ یہ لوگ تہی دست آئے تھے۔ اب دامنوں کو دولت ایمان سے بھر کر واپس گئے۔ ادھر کفار اسلام کے قلوب تبلیغ دین کی اس کامیابی سے مارے غصے کے پھنک رہے تھے وہ سخت پیچ و تاب میں تھے اور اس طرح تقریباً ایک سال بیت گیا۔ پھر دوسرا حج آ گیا۔ پھر اہل مدینہ چند بزرگ پرنور ہستیاں آئیں۔ نور سے منور ہو کر واپس مدینہ گئیں اور حضورؐ نے ان کو تبلیغ کا حکم دے دیا کہ وہ بھی باقاعدہ تبلیغ کریں۔ حضورؐ نے اہل مکہ کی ایذا رسانی کے پیش نظر نقل مکانی کا بھی حکم دے دیا۔ مدینہ کے مسلمان ہر چند کہ تنگدست تھے، مگر انہوں نے مظلوموں اور مہاجرین کی دل کھول کر امداد کی، جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی، یہ لوگ آہستہ آہستہ سب خطروں سے نکل کر دارالامان مدینہ پہونچ گئے، لیکن سالار قافلہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ دشمنوں کے نرغہ میں پھنسے ہوئے تھے۔ آخر ان بڑی بڑی آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا خاص انعام جو کسی دوسرے رسول و نبی کو نہیں ملا۔ وہ واقعہ معراج میں پیش آیا اور اب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار تھا۔ قریش بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ مسلمانوں کو ہجرت نہ کرنے دیں۔

اب آنحضرتؐ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ تھے، کفار نے اپنی ایک فیصلہ کن مجلس مشاورت طلب کی، اس جلسہ کا سرغنہ ابو جہل تھا۔ مقصود یہ تھا کہ ہر قبیلے سے ایک شخص لیا جائے اور سب یکبارگی سرکار دو عالم رحمۃ للعلمینؐ پر ٹوٹ پڑیں اور اس شمع کو ہمیشہ کے لئے بجھا دیں۔ اس وجہ سے سرشام ہی تمام گھات میں کھڑے ہو گئے کہ جونہی صبح حضور گھر سے نکلیں سب تلواریں سونت کر ٹوٹ پڑیں۔ مگر اعداء کے اس منصوبے سے قبل ہی پروردگار عالم نے اپنے محبوبؐ کو ہجرت کا حکم عنایت فرما دیا تھا۔ ہجرت سے دو روز پہلے یہ حکم پا کر سردار انبیاء لوگوں کی نگاہوں سے بچتے بچاتے دوپہر کے موزوں وقت حضرت صدیق ابو بکرؓ کے گھر تشریف لائے، حضرت ابو بکرؓ نے پیشوائی فرمائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ میں ابو بکرؓ کو نوید ہجرت سنائی، نہ معلوم کب سے حضرت ابو بکرؓ ہمراہی کے شرف کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعائیں فرما رہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت انہی کے لئے وقف فرمائی، آپ نے فرمایا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، کیا شرف ہمراہی مجھ کو عطا کیا جائے گا، حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں، اس شرف عظیم پر صدیق اکبرؓ فرط انبساط سے رو پڑے۔

حضرت ابوبکرؓ نے نہایت عجز سے عرض کیا کہ اس مبارک دن کے لئے میں نے ببول پتیاں کھلا کر دو اونٹنیاں پال رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک حضورؐ پسند فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔ حضورؐ نے ایک کی قیمت ان کو عطا فرمادی، حضرت ابوبکرؓ نے پاس ادب سے قیمت قبول کر لی۔

ہر چند کہ ظالم کفار نے اپنی اس سازش کو بہت زیادہ راز میں رکھا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر سب کچھ منکشف فرما دیا تھا۔ آنحضرتؐ کو راتوں رات مکہ سے نکل جانے کا حکم مل چکا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اور کہا علیؓ ہمیں ہجرت کا حکم آ گیا ہے۔ تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جانا اور صبح کو سب کی امانتیں دے کر تم بھی چلیں آنا۔

سید لولاک اس وقت بھی امانت کے لئے بچین تھے۔ اس لئے تمام امانتیں حضرتؓ کو سپرد کر دیں۔ آج کی رات آنحضرتؐ کے بستر پر سونا موت کے منہ میں جانا تھا۔ مگر جناب علیؓ اسد اللہ تھے اور جرات و رشجاعت کے پیکر عظیم اس خطرہ کے باوجود جناب امیرؓ حضورؐ کے بستر پر سو گئے۔ ادھر جھٹ پٹے سے ہی دشمن گھات میں آ بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو اللہ کا نام لیکر باہر نکلے۔ حضورؐ کی موت کے خواہاں خود موت کی چھوٹی بہن کی آغوش میں پہونچ چکے تھے۔ آنحضرت سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے بغیر کسی مزاحمت کے صاف نکل گئے۔ کسی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷ رصفر روز پنج شنبہ کا ہے یعنی ۱۲ ر ستمبر ۶۲۱ ھ۔

خدا کے برگزیدہ نبیؐ اپنے پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہونچے۔ انہوں نے جلد جلد سفر کا سامان تیار کیا۔ شب کی تاریکی میں دونوں بزرگ چل پڑے۔ مکہ سے پانچ چھ میل فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اس کی بلندی بہت زیادہ ہے اور راستہ بھی بہت سنگلاخ۔ نکیلے پتھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے تکلیف بھی ہوتی تھی۔ ابوبکرؓ نے حضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور آخر ایک غار تک پہونچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کو باہر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر غار ثور کو صاف کیا۔ اپنے تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار ثور کے تمام سوراخ بند کر دئے۔ ایک سوراخ باقی رہا تھا۔ اس میں اپنا انگوٹھا پھنسا دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا نبیؐ تشریف لے آئیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے زانوں پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔ اس غار میں ایک سانپ تھا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر اپنے محبوب رسولؐ کی نیند میں خلل نہ آئے اپنا پاؤں وہاں سے نہیں ہٹایا۔ آخر اس سانپ نے پاؤں میں کاٹ لیا، ہر سال وہ زہر عود کر آتا۔ آخر اس سے ہی آپ نے شہادت پائی۔

صبح ہوئی حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر پہچانا۔ پوچھا محمدؐ کہاں ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا مجھے کیا خبر؟ کیا میرا پہرہ تھا؟ قریش نے غصہ میں حضرت علی کو مارا اور گھسیٹ کو خانہ کعبہ تک پکڑ لائے، پھر تھوڑی دیر ایک جگہ بند رکھا اور پھر چھوڑ دیا اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے دروازہ دھڑ دھڑایا۔ اسماءؓ نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا مجھے نہیں معلوم کہاں ہیں۔ ابوجہل نے اسماءؓ کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا کہ کان کی بالی گر گئی۔ یہاں سے سراغ لگاتے یہ لوگ غار ثور کے منہ پر پونچ گئے۔ ان کے پاؤں کی آہٹ پا کر یار غار کو تشویش لاحق ہوئی جو تقاضائے بشریت تھا۔ کہا حضورؐ دشمن سر پر آپہونچا ہے۔ صدیق اکبرؓ سرتا پا اضطراب تھے، مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اطمینان۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا اضطراب

زیادہ بڑھتا ہوا پایا، تو حضورؐ نے فرمایا! صدیق غم نہ کرو ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے۔ جس کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے:۔ اَلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

ترجمہ: (کم ہمتو) اگر تم (اللہ کے) رسول (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مدد نہ کرو گے تو اپنا ہی کچھ کھوؤ گے۔ ان کی مدد کے لئے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے اور یہ موقع تو اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ (اس) نے تو ان کی اس وقت مدد کی تھی جب کافروں نے انہیں ان کے وطن مکہ سے اس طرح نکلنے پر مجبور کیا کہ نکلتے وقت کل دو آدمی تھے اور دو میں سے دوسرے رسولؐ تھے اس وقت یہ دونوں ایک غار میں جا کر چھپ رہے تھے اور کافر انہیں تلاش کرتے کرتے جب عین اسی غار کے منہ پر پہونچے تو اس وقت گھبرا رہے تھے۔ وہ یعنی رسول اللہ اپنے آپ کو تسلی دے رہے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ صدیق غم نہ کر یہ کافر ہمیں کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے۔ بلاشبہ ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے۔

ایسے خوف کے وقت یہ اطمینان صرف نبیوںؑ ہی کا شیوہ ہے بہادری دوسری چیز ہے۔ خطرے میں اطمینان قلب کسی اور کیفیت کی طرف اشارہ ہے رسولؐ خدا اور صدیق اکبرؓ کو اللہ پر بھروسہ تھا۔ دونوں اس بھروسہ کے سہارے خاموش بیٹھے رہے، مگر بچانے والے ڈھنگ بنا رہے ہیں۔ دشمن ادھر ادھر دیکھ بھال کر چلے گئے۔ غار کی تنگی و تاریکی وجہ سے ان پناہ گزینوں کا کسی کو گمان تک نہ گزرا۔ یہ دونوں عظیم ہستیاں تین روز تک اسی غار میں رہیں۔ رات کی تاریکی میں اسماءؓ بنت ابو بکرؓ گھر سے روٹی دے جاتیں۔ عبد اللہؓ بن ابو بکرؓ اہل مکہ کی باتیں سنا جاتے عامرؓ بن مہیرہ حضرت ابو بکرؓ کے غلام تھے۔ جن کے پاس حضرت ابو بکرؓ کا ریوڑ تھا۔ وہ بکریاں بھی وہاں لے آتے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام بقدر ضرورت دودھ لے لیتے اور وہ پھر ریور کے نشان، قدم سے آنے والوں کے نشان قدم نا معلوم بنا دیتے تھے چوتھے روز نور وحدانیت سے جھلملانے والے ستارے غار کی تاریکیوں سے نکلے۔ حضرت اسماءؓ کھانا لے کر پہونچ گئیں، حضرت ابو بکرؓ کے غلام بھی اونٹنیاں لے کر حاضر ہو گئے، مگر بی بی اسماءؓ کو اچانک خیال آیا کہ توشہ دان کا منہ باندھے تسمہ تو گھر ہی بھول آئی ہوں۔ جھٹ کمر بند کو پھاڑ کر توشہ دان اس سے باندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بی بی آسماءؓ کی اس فہم سے بہت خوش ہوئے اور انہیں ''ذات النطاقین'' (دو کمر بند والی) کا لقب دیا۔ یہ عظیم الشان خطاب سرکار دو عالم کا دیا ہوا شرف ہے پھر شمس و قمر پر مشتمل یہ قافلہ مدینہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

جب کفار کو آنحضرت کی تلاش میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے ذات گرامی کی گرفتاری کے لئے ایک سو اونٹوں کا انعام رکھا۔ بہت سے بیکار قسمت آزمائی کے لئے نکل پڑے۔ ان میں سراقہ بن جشم بھی تھا۔ عین جس وقت حضور روانہ ہونے والے تھے سراقہ آپہونچا۔ خدا کی قدرت سے اس کے گھوڑ نے سکذری کھائی اور سوار خود فرش راہ ہو گیا۔ تاہم سنبھلا اور ترکش سے فال کے تیر نکالے، لیکن قسمت نے جواب نفی میں دیا۔ امید پر تقریر سے لڑ جانے والا عرب مایوس نہیں ہوا اور پھر باگیں اٹھائیں اب گھوڑا دل دل میں پھنس گیا، مگر دل میں ڈر کہ خدائی قید میں نہ پھنس گیا ہوں۔ اس لئے نہایت عاجزی سے سرکار دو عالم کو آواز دی اور امان کی تحریر مانگی۔ رحمتہ اللعلمین صاحب عفو در گزر تھے۔ چمڑے کے ٹکڑے پر عامرؓ بن فہیرہ سے فرمان امن لکھوا کر دے دیا اور فرمایا۔ تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں۔ اس وقت سراقہ نے شاید اس بات کو صرف حوصلہ افزائی سمجھا ہو، مگر حضورؐ نے منہ سے نکلا ہوا فرمان تھا۔

حضور مدار پاک ایک نادر الوجود شخصیت

مولانا عرفان الحق قادری الجامعۃ الغوثیہ کھٹیمہ

پر" تب آپ نے فرمایا "بال کتروانے والوں پر بھی"۔

نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم وعلىٰ اله الكرام واصحابه العظام وابنه الغوث الاعظم اجمعين

اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

واقف رموز شریعت وطریقت راز دار اسرار معرفت غواص بحر حقیقت قطب المدار حضرت سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات اسلامی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔آپ غیر منقسم ہندوستان میں اولین اسلام کی بہاریں لانے والوں میں سے ہیں آپ نے ایک طویل عمر پائی جس کی وجہ سے آپ نے ہندوستان کے گوشے گوشے کونے کونے میں پہونچ کر کفر والحاد کی آندھیاں بجھائیں اور ایمان ویقین کی شمع روشن کرتے رہے۔آپ کے فیوض وبرکات سے ہندوستان کی بیشتر خانقاہیں مالا مال ہوئی ہیں اور سلسلہ عالیہ بدیعیہ مداریہ کی خلافت واجازت اکابرین علماء ومشائخ نے اپنے اپنے بزرگوں سے حاصل کی ہے جس کے وہ آج بھی مجاز ہیں سلسلۂ عالیہ مداریہ حضور زندہ شاہ مدار کے جدامجد محسن انسانیت پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضان کا سرچشمہ وسمندر ہے جس میں شریعت وطریقت حقیقت ومعرفت کی موجیں اٹھ اٹھ کر ساری دنیا کو مستفیض کرتی رہی ہیں آپ بہت بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں اسلام کی ترویج واشاعت میں آپ کا کلیدی کردار ہے جس سے کسی بھی خوش عقیدہ سنی مسلمان کو ذرہ برابر انکار نہیں ہوسکتا مستند کتب تاریخ سلاطین شرقیہ وصوفیائے جونپور وغیرہ میں قطب المدار علیہ الرحمہ کے بہت سارے خلفاء کے حالات تحریر ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ عالیہ مداریہ انتہائی فیض رساں سلسلہ ہے۔سلسلہ بدیعیہ مداریہ کا ذکر جداگانہ سلاسل وخانقاہوں سے منسلک دانشور علماء ومشائخ نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔تفصیلات جاننے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔سمات الاخیار، اخبار الاخیار، مناقب العارفین، کنز السلاسل، مردان خدا، تواریخ آئینۂ تصوف، گلستان مسعودیہ، رسائل قطبیہ، حیات اعلیٰ حضرت، نزہۃ الخواطر، مقالات طریقت، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مراۃ مسعودی، تاریخ مشائخ قادریہ، تذکرہ مشائخ بنارس، تذکرہ ابادانیہ وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی پیدائش

حضرت قطب المدار علیہ الرحمہ والرضوان کی پیدائش مبارکہ یکم شوال المکرم بروز پیر 242 ہجری میں ملک شام کے ایک شہر حلب میں ہوئی آپ کا اسم گرامی احمد ہے اور لقب بدیع الدین ہے مراتب علیاء کی وجہ سے عالم اسلام انہیں قطب المدار، مدار عالم، مدار جہاں، زندہ شاہ مدار کے القابات وخطابات سے یاد کرتا ہے۔آپ کے والد ماجد کا نام سید قاضی قدوۃ الدین علی حلبی اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی فاطمہ ثانیہ ہے۔آپ نجیب الطرفین سید ہیں والد کی طرف سے حسینی

(بقیہ پیج ۵۸ پر)

اور والدہ کی طرف سے حسنی ۔آپ نے عمر شریف پانچ سو چھیانوے 596 سال کی پائی ۔آپ نے اپنی اتنی لمبی عمر شریف میں کوئی نکاح نہیں فرمایا اس لئے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔آپ کی تاحیات مجردانہ زندگی تھی آپ اویسی تھے نہایت بلند مشرب رکھتے تھے بعض نادر علوم ہیمیا، سمیا، ریمیا، کیمیا ان سے دیکھے گئے جو کہ گروہ اولیاء اصفیاء میں الا ماشاء اللہ کسی کسی کو ہی حاصل ہوئے ہیں۔

تبلیغ دین متین

حضرت سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی دورہ آپ کی لمبی عمر شریف ہونے کی وجہ سے بڑا ہی وسیع وعریض تھا تمام مؤرخین وقلم کار چاہ کر بھی احاطۂ تحریر میں نہیں لاسکتے اس لئے کہ آپ نے تقریباً پوری دنیا کی سیر کر کے اسلام اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ملک وشہر ومقامات میں پہونچانے کا کام کیا ہے۔آپ اتنے حسین وجمیل تھے کہ ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے آپ کی زبان فیض ترجمان کا اثر بہت بڑی بات تھی۔آپ کے نورانی چہرہ مبارکہ کو دیکھ کر کافر ومشرک کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو جایا کرتے تھے۔اس طرح بہت سے واقعات بشکل کرامت رونما ہوتے رہتے تھے۔حضرت قطب المدار علیہ الرحمہ والرضوان بصرہ، شام، ایران وعراق وروم بخارا، سمرقند، تاشقند، افریقہ، امریکہ، جرمن، روس، افغانستان، چین، نیپال وغیرہ بیشتر ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔متحدہ ہندوستان جس میں پاکستان، بنگلہ دیش، شری لنکا، برما وغیرہ بھی شامل ہیں یہاں آپ نے سن 282 ہجری میں قدم رنجہ فرمایا تب تک اس متحدہ بھارت میں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں تھا ۔محمد بن قاسم کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی یہاں آپ کے تشریف لانے سے اللہ رب العزت جل واعلیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ایسی رحمتیں وبرکتیں نازل فرمائیں کہ اسلام کی سوکھی ہوئی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگیں کفر والحاد کے چراغ مدھم پڑ گئے اور ایمان ویقین کی شمعیں روشن ہو گئیں آج بھی متحدہ ہندوستان کے جداگانہ صوبوں اور شہروں میں واقع چلہ گاہیں خانقاہیں خلفاء وملنگان کی گدیاں حضرت قطب المدار کے کارہائے نمایاں کا اعلان کر رہی ہیں۔

مکن پور شریف تشریف آوری

حضرت قطب المدار علیہ الرحمہ والرضوان غیر منقسم ہندوستان کا دورہ کرتے ہوئے مکن پور شریف کے بالکل نزدیک واقع شہر قنوج کے ایک گاؤں رادھانگر میں رنجہ ہوئے یہاں آپ سے بہت سے صوفیاء اور مشائخین نے تربیت حاصل کیں اور راہ سلوک کے منازل طے کرنے کی سمت بہت سے مکالمے ہوتے رہے۔رادھانگر میں چند یوم قیام کے بعد آپ سن 818 ہجری میں مصطفےٰ جان رحمت شمع بزم ہدایت نوشۂ بزم جنت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ خاص سے مکن پور شریف جلوہ فرما ہوئے اور آپ نے اسی مقام کو اپنی آخری آرام گاہ قرار دیا۔دین متین کا یہ عظیم داعی رشد وہدایت کا روشن مینارہ حقیقت ومعرفت کا عظیم سنگم عالم اسلام کو منور وتاباں کر کے مورخہ 17 جمادی الاولیٰ سن 838 ہجری میں اپنے معبود حقیقی سے جاملا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

زندگی ایک بیش قیمت سرمایہ

الحاج سید ظہیر المنعم بن میاں مرحوم رح

(بشکریہ رسالہ المدار 1956ء)

کائنات میں فطری حیثیت سے، ہر ایک کو اپنی زندگی عزیز ہے، بچہ، جوان، بوڑھا، امیر، غریب، شاہ، گدا، عاقل، جاہل غرض کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اپنی زندگی سے کماحقہ محبت نہ کرتا ہو۔ ہر آدمی اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی خاطر، دنیا کی تمام نعمتیں جو اس کو میسر ہوں۔ قربان کر سکتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں وہ مثل حباب کے بے ثبات و ناپائیدار ہے۔ اس کے تمام لطف و ساری لذتیں فانی اور بے حقیقت ہیں؛ مگر ان میں سے ایک کو بھی چھوڑنے اور اس سے علیحدہ ہونے کیلئے تیار نہیں ہوتا ؛ بلکہ زندگی کی کیفیات میں نت نئے اضافہ کرنے کیلئے آٹھویں پہر مشغول و مصروف رہتا ہے۔ اس مصروفیت میں اس کو ہزاروں دقتوں اور لاکھوں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے، اور زندگی کے شیریں مشاغل میں چاہئے جتنے بھی تلخ تجربے ہوں پھر بھی اس کا دل اپنی زندگی سے بیزار نہیں ہوتا۔ ایک بچہ جس کے سر سے والدین کا سایۂ عاطفت اٹھ چکا ہو عزیز و اقربا، اپنا اور بیگانہ کوئی بھی پرسان حال نہ ہو۔ دنیا میں پالنے اور پرورش کرنے کی سہولتیں اس کے لئے ناپید ہو چکی ہوں۔ اس یتیم و بیکس کی زندگی نیا، بے کسی و بے بسی کے اتھار سمندر میں بے پتوار اور بے سہارا بہہ رہی ہو، تمام انسانی دنیا میں اس غریب کو سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی بھی میسر نہ ہو۔ ایسے عالم میں بھی وہ اپنی زندگی سے دستبردار ہونا قبول نہیں کر سکتا۔

دوسری طرف ایک ایسا جوان کہ جس کا مستقبل زندگی کی پریشانیوں اور بدحالیوں نے تیرہ و تاریک کر دیا ہو اور وہ اپنی زندگی دوسروں کی غلامی میں بسر کر رہا ہو جس کی جوان امنگیں مچل مچل کر یہ بتا رہی ہوں کہ ایک دم بھر میں مشرق و مغرب کی کڑیاں ملائی جا سکتی ہیں۔ لیکن وہ ان حوصلوں کے باوجود بیکسی اور بے بسی کا شکار ہو دوسروں کی ایما پر قدم اٹھاتا اور غیروں کی مرضی پر سانس لیتا ہو۔ جس کی کسی جنبش میں بھی اپنے ارادوں کا دخل نہ ہو۔ بتقاضائے عمر اپنے کو نکھارنے سدھارنے کے ہزاروں منصوبے سامنے اور عزت و عظمت کی بلندیاں حاصل کرنے کی لاکھوں امیدیں دل میں ہوں؛ لیکن وہ یاس کی گود میں سر نیوڑھائے ہوئے مجبوری سے سسکیاں بھر رہا ہو۔ اس کی مچلتی ہوئی تمنائیں اور اٹھتی ہوئی امنگیں، اس کے دل کو کسی قوت چین نہ لینے دیتی ہوں، ایسے میں بھی اسے موت کا پرسکون منظر بھیانک معلوم ہوتا ہے۔

ایک سمت ایک بوڑھا جس کا کہولت زدہ جسم دوسروں کے سہاروں کا محتاج ہے۔ جس کے پاؤں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی ہو۔ اور ہاتھوں سے مکھیاں بھی نہ ہلا سکتا ہو، کھانے پینے کیلئے دوسروں کی مدد کا محتاج ہو اور اس کو ذرا سی جنبش کے لئے بھی ہر ایک سے گڑگڑانے پڑتا ہو غرضیکہ تمام ضروریات زندگی کی تکمیل دوسروں ہی کے ہاتھوں میں۔ لیکن اس ضعیف کو ایسے عالم میں کوئی موت یاد دلائے تو دعاؤں کے بجائے دشنام اور بد دعاؤں سے نوازتا ہے۔ ایک امیر جو نہایت آسودگی اور آسائش کے ساتھ امیرانہ زندگی گزار رہا ہو۔ جس کو ضروریات زندگی میں کسی چیز کے فراہم کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ ہر عیش کا سامان حاصل کر کے اپنی

ہر خوشی کو پورا کر چکا ہو۔ پھر بھی زندگی سے سیر نہیں ہوتا۔

ایک غریب بے چارہ، جو کسب معیشت کی سنگلاخ وادیوں میں، محنت ومشقت کی چٹانوں سے لڑنے کے باوجود عسرت وغربت کی، ان گنت سختیاں برداشت کرتا ہو؛ مگر اس کی غیرت اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی داستان مصیبت دوسروں کے سامنے بیان کر کے، مدد واستعانت حاصل کر سکے، وہ جینے کیلئے غم وآلام کے بے پناہ دھچکے برداشت کرتا ہے؛ لیکن زندگی سے مکدر نہیں ہوتا۔

ایک فقیر کیلئے دنیا میں، فقط بھیک کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ نہ رہ گیا ہو۔ مگر اس کو مصائب وآلام کے ان بے پناہ طوفانوں میں بھی زندگی بہت پیاری۔ ایک سمجھدار جو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ایک دن موت کا سیلاب سر سے گزرنا ہے۔ جس کے بہاؤ میں زندگی کے تمام لطف خس وخاشاک کی طرح بہہ کر فنا ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ زندگی اور زندگی کی لذتوں ہی کا گرویدہ رہتا ہے۔ اس کے برعکس ایک جاہل جس کی سمجھ میں کسی چیز کی خوبی، خرابی کچھ نہیں آتی، جو کسی بات کو سمجھنے اور پرکھنے کی اہلیت نہیں رکھتا؛ لیکن زندگی کی کیفیتوں سے لطف حاصل کرتا اور انہیں میں غرق رہتا ہے۔ غرض بچہ ہو کہ بوڑھا با اختیار ہو کہ مجبور، طاقتور ہو کہ ضعیف خوش حال یا بدحال امیر وغریب، سمجھدار وناسمجھ سب کو یکساں اپنی زندگی عزیز ہے اور ہر ایک اپنی حیات مستعار سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔

یہ آج سے نہیں بلکہ جس وقت سے آدمی کا وجود، دنیا پر خیرہ شر کی منزلیں طے کرنے اور اپنی ہستی کو پہچاننے آیا، کائنات عالم کا مشاہدہ کیا، ہر چیز پر غور وخوض کیا اور جو نئی چیز عالم وجود میں آتی گئی۔ اور دنیا والوں کی نظر میں ظاہر ہوتی گئی، اس کی کہنہ پر پہنچنے کی اتھاہ کوشش کرتا گیا، اور اس کی حقیقت سے کما حقہ واقفیت حاصل ہوتی گئی۔

انسان کو باری تبارک وتعالیٰ نے، ایک نئی اور انوکھی چیز بخشی جو کل مخلوقات میں کسی کو نصیب نہ ہو سکی، یعنی عقل انسان کی فطری چیز ہے جو بالکل اچھوتی ہے جس کا کام اچھی بری چیزوں کا پہچاننا اور تحقیق کر کے ان کی ماہیت کو پہچاننا ہی انسان کے ارتقائی منازل کا زینہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان کا زندگی سے محبت کرنا، اس کیلئے وجہ عروج ہے یا سبب تنزل، وہ اپنی زندگی سے سمجھ بوجھ کر محبت کرتا ہے یا نا سمجھی سے؛ کیونکہ انسان کا خاصہ ہے کہ وہ کبھی کسی چیز کو نہیں تسلیم کرتا۔ جب تک اس کی عقل نہ تسلیم کرلے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ زندگی کو فانی سمجھتے ہوئے بھی اس سے محبت کرے۔

لیکن اگر زندگی کو اس طرح جانچا جائے تو یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ زندگی فانی ہے یا غیر فانی۔ اصلاً موت اور زندگی ایک دوسرے کے تضاد ہیں۔ موت سے عام طور پر نفرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ فنائے لذات کا سبب ہوتی ہے؛ لیکن یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ موت خود فانی ہے اور ان ہی چیزوں کو فنا کرتی ہے، جو ہمیشہ رہنے والی نہیں مگر اس سے حقیقی زندگی محفوظ ہے، جو زندگی ذات حی وقیوم سے مربوط ہو، وہی زندگی حقیقی زندگی ہے اور اس سے محبت نہ کرنا گویا حقیقت سے انکار کرنا ہے۔

غرض زندگی کا حسن یہی ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ وقف الی اللہ ہو جن لوگوں کی زندگیاں اس کسوٹی پر پوری اترتی ہیں۔ ان کے لئے موت وجہ فنا نہیں بلکہ ان کی زندگی، حیات جاوید بن کر رہتی ہے، ان کی زندگی کو دوام، ان کی ہستی کو ثبات، ان کے صفات لامحدود، ان کی ذات، ذات باری تبارک وتعالیٰ میں مدغم ۔

ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد

اور جنہیں یہ حاصل نہیں ان کی فنا، فنائے مطلق، ان کی زندگی رائیگاں، ان کی ہستی بیکار محض، ان کے لئے موت واقعی موت ہے، معاذ اللہ۔

باری تبارک وتعالیٰ ایسی موت سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ایک عظیم داعی اسلام

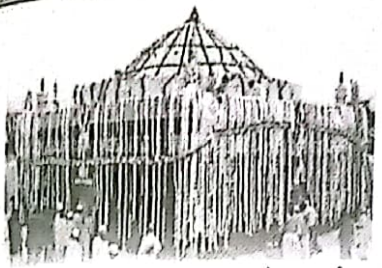

مولانا صاحب علی یار حیدر وحیدی ایڈیٹر امام احمد رضا میگزین

قطب الاقطاب فرد الافراد امام الاولیاء مدار العالمین شہزادۂ مولائے کائنات داعی اسلام حضرت سیدنا بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمتہ والرضوان مکن پوری کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں و کمالات کا پیکر بنا کر گمگشتگان راہ کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ قرآن و احادیث فقہ کے علاوہ کتب اغیار پر کامل دسترس رکھنے کے ساتھ کتب سماوی تورات و زبور و انجیل کے بھی عالم تھے اور علوم والیمیا سیمیا ہیمیا کیمیا میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ حضور قطب المدار خاندان رسالت کے ایک مہکتے پھول چمکتے تارے تھے۔ آپکی ولادت باسعادت ولی کامل حضرت سید علی حلبی کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم حضرت سید علی حلبی اپنے وقت ایک جید عالم دین کے ساتھ ولی کامل تھے۔ حضور سیدنا قطب المدار ملک شام کے مشہور شہر حلب میں پیدا ہوئے اور ملک شام وہ ملک جس کے لئے سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ حضور پرنور سرکار مدینہ ﷺ دعائیں کرتے تھے۔ ملک شام لاتعداد اولیاء عظام کا مسکن و مدفن ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل دو بار تجارت کے لئے ملک شام کا سفر بھی کیا۔ اس سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز بھی فرمایا۔ سرکار قطب المدار کی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی۔ مزید تعلیم کے لئے والد محترم نے مشہور بزرگ عالم اجل حضور حذیفہ شامی کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حذیفہ شامی کی جب پہلی نظر سیدنا قطب المدار پر پڑی۔ فوراً آپ نے پہچان لیا کہ یہ معمولی بچہ نہیں بلکہ بہت ہی ذہین وفطین کمال وخوبی والا اور علم لدنی سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارہ سربلندی

حضور سیدنا قطب المدار کے احوال و کوائف، کشف و کرامات و خدمات جلیلہ کو احاطہ تحریر کرنا مشکل ہے۔ آج تک کسی محقق و مصنف یا تبصرہ نگار نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ میں نے سوانح قطب المدار مکمل کر دیا۔ اس لئے کہ آپ کی ۵۹۶ سالہ زندگی اسکا ثبوت ہے۔ حضور قطب المدار کے تمام اوصاف حمیدہ میں اشغال دعوت یہ نمایاں وصف تھا اور آپ ایک عظیم داعی اسلام تھے۔ پوری دنیا کی سیر کر کے آپ نے لاکھوں افراد کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں آپکا چلہ گاہ جسکا شمار بھی ناممکن ہے آپنے دعوت کا کام فقط بنی نوع انسان ہی میں نہیں بلکہ اقوام جنہ میں بھی کرتے۔ اسکا بین ثبوت ہے جنگلوں اور پہاڑوں میں آپکا چلہ گاہ۔ ظاہر سی بات ہے کہ پہاڑوں کی غاریں جنگلوں کے درمیان انسانوں کا گذر بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اسکا وضح مطلب یہ ہے رجال الغیب حاضر خدمت ہوتے۔ آپ انہیں اسلام کے کمالات سے واقف کر کے دائرہ اسلام میں داخل کرتے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملک ہندوستان میں جو اسلام کی بہاریں مسلمانوں کی ایک اچھی تعداد موجود ہے۔ یہ سب اولیاء کرام کے محنتوں کا ثمرہ ہے یہ اہل اللہ جس آبادی میں جلوہ بار ہوتے۔ وہاں کے ہنادکین ومشرکین انکے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر دامن اسلام میں داخل ہو جاتے اکابر اولیاء کرام کے مزارات اس پر شاہد ہیں۔ لیکن اکثر علاقے ایسے بھی ہیں کہ پوری آبادی مسلمان اور دور دور تک کسی ولی کامل کا

مزار نہیں صرف قطب المدار کا چلہ ہے۔ یا پھر ملنگان کے مزارات ہیں۔ ایک انسان کو یہ فیصلہ کرنے میں قطعاً تاخیر نہیں ہوگی یہ آبادی کیسے دولت اسلام سے مالا مال ہے۔ فوراً وہ پکار اٹھے گا کہ یہ قطب المدار کی دعوت کا نتیجہ جو اسلام پھول پھل رہا ہے۔ مساجد میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، حضور قطب المدار جن جن علاقوں میں جلوہ فرما ہوتے ہیں پوری آبادی کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتی۔ پھر آپ انکی تعلیم و تربیت کے لئے اپنا کوئی خلیفہ مقرر کر دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکے خلفاء کی تعداد بے شمار ہے۔ چونکہ آُ داعی تھے۔ اس لئے جہاں جیسی ضرورت آن پڑتی آپ نے وہ کام کیا، ایک داعی کے لئے افراد ساز ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے افراد سازی بھی فرمائی، کروہ ملنگانی، جماعت عاشقان اور جماعت خادمان وغیرہ اسی قسم کی کئی جماعتیں حضور قطب المدار نے بنائی تھیں۔ ہر ایک جماعت کے لئے ان کے کام بھی مقرر کئے۔ یہ جماعتیں آج بھی موجود ہیں اور اپنے فرائض منصبی کو بحسن وخوبی انجام دے رہی ہیں۔ اسکا بھی مقصد تھا دعوت اسلام اغیار کو اسلام میں داخل کرنا۔ حضور قطب المدار خورد ونوشی سے بے پرواہ تھے ایسا اس لئے تھا تاکہ دعوت کے راستے میں کھانا پینا رکاوٹ نہ بنے۔ آپ کا لباس کبھی میلا نہ ہوتا تھا کہ دعوت کے راستے میں رکاوٹ نہ ہو۔ حضور سیدنا قطب المدار کے طریقہ پر غور کرو اور آج کے ماحول کا جائزہ لو تو پتہ چلے گا کہ حضور زندہ شاہ مدار جب دعوت دے رہے تھے ماحول ایسا تھا کہ ہر طرف کفر وشرک کا بول بالا، اللہ کا نام سننا بھی گوارہ نہ تھا۔ خدا کی وحدانیت رسول اللہ کی رسالت اور اسلام کی تعلیمات کی اگر کوئی بات کرتا تو لوگ اس کے جانی دشمن ہو جاتے۔ بظاہر کوئی ذریعہ نہ تھا لیکن آج دعوت دین کے مختلف ذرائع ہیں اور آزادی بھی ہے۔ پھر بھی اگر غور کیا جائے تو شاذ ونادر ہی کوئی داعی ملے، مبلغ ہر جگہ ہیں لیکن داعی نہیں۔ کیونکہ یہ بہت کٹھن کا مرحلہ ہوتا ہے۔ حضور قطب المدار نے دعوت دین کا عظیم کام انجام دینا شروع کیا۔ افراد سازی کی، خلفاء کے ذریعہ دور دراز تک پیغام پہونچایا۔ یہی وجہ ہے کہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی تمام خانقاہوں میں قطب المدار کا سلسلہ چل رہا ہے۔ جسکا اعتراف تحریری شکل میں وہاں کے لوگ کرتے ہیں، اس لئے حضور قطب المدار زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کو کسی ایک چلہ، ایک خانقاہ میں محدود کر کے نہ دیکھا جائے بلکہ ہر جگہ آپکا جلوہ ہے۔

حضرت قطب المدار کا احسان صرف ایک ہند کے مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک کے مسلمانوں پر ہے۔ آپ کو خالق کائنات نے اپنے حبیب علیہ السلام کے طفیل عالمی داعی اسلام بنایا اور حضور قطب المدار نے اپنے اس منصب کو بخوبی انجام دیا۔ حضور زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کی زندگی کا جب مطالعہ کرو تو آپ ہر نہج میں دوعت اسلام کا کام کرتے نظر آرہے ہیں۔ آپکی کرامتوں کو پڑھو۔ اس میں دعوت کو عنصر نمایاں ہے۔ جب آپ کی ملاقات خواجہ خواجگان حضور خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری علیہ الرحمہ سرکار اجمیر سے پہلی بار ملک ہند میں ہوئی اور جس پہاڑ پر یہ دونوں بزرگ ملے تھے۔ آج بھی وہ پہاڑ قطب المدار کے نام سے موسوم ہے۔ تارخ بتا رہی ہے کہ دونوں بزرگ ایک ہفتہ تک خاموش بیٹھے رہے۔ انکی کیا گفتگو ہوئی یہ کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ دونوں حضرات نسلی اعتبار سے ایک تھے اور دونوں کا مقصد بھی ایک تھا تو ہوسکتا ہے کہ طریقہ کار پر گفتگو ہوئی ہو کہ کیسے ہندوستانیوں میں اسلام پھیلانا ہے کیونکہ ہندوستان میں مختلف قبائل کے لوگ بود وباش اختیار کرتے ہیں لہذا انہیں دعوت اسلام کیسے دینا ہے بھی دعوت کا ایک طریقہ رہا ہے کہ گھر کے فرد سے بھی مشورہ ہو۔ الگ الگ طریقوں سے کام کیا

جائے اور ہوا بھی ایسا کہ انہیں مقدس پاکیزہ خصائل بزرگوں کی جدو جہد سے ہر طرف اسلام کی بہار ہے یہ بات حق اور سچ ہے کہ جب تک چاند میں چاندنی اور سورج میں روشنی ہے ان شاء اللہ اہل اسلام باقی رہے گا۔ مساجد سے اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ حضور قطب المدار نے دعوت کا جو نمایاں کام انجام دیا ہے۔ اسکا اعتراف زمانہ کل بھی کر رہا تھا اور آج بھی کر رہا ہے اور ضروری ہے کہ آج حضور قطب المدار کے حالات زندگی کو پڑھا جائے۔ دینی اداروں میں اس پر تحقیق ہوتا کہ ہر سال داعیوں کی ایک ٹیم تیار ہو اور دعوت دین کا کام کرے اور اگر یہ کام ہونے لگے تو ان شاء اللہ بزرگوں کی روحیں خوش ہونگی اور تائید خداوندی بھی حاصل ہوگی اور داعی کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا تو اسے قطب المدار کی مقدس زندگی سہارا دے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قطب المدار کے نقش پر چلنے کے توفیق بخشے اور دین کا داعی بنانے اور ایمان پر خاتمہ نصیب کرے۔

(آپ کی پیدائش کا بقیہ)

حضرت عمرؓ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا، تو غنیمت میں سونے کے دو کنگن بھی آئے۔ پیش گوئی کے مطابق حضرت عمرؓ نے سراقہ کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ بلا کر ہاتھوں میں پہنا دیئے، نبیؐ برحق کی پیش گوئی اس طرح آخر پوری ہوئی۔ واقعہ ہے کہ سراقہؓ یہ تحریر امن لے کر واپس ہوا، تو راستے میں جو کوئی بھی ملتا اس کو یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ اس راستہ پر حضور نہیں ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے مقدس مسافر قدرے اطمینان سے منزل کی طرف بڑھتے رہے۔

غزل

مرحوم سید سرکار حسین خاور مکن پوری

سناٹوں سے یارانہ ہے ہنگاموں سے جی بیزار
اجڑی ہے جب سے دل کی دنیا سونا سونا ہے سنسار

یوں تو اپنے اپنے عمل کے مالک ہیں اور سب مختار
پھر بھی ہے دنیا میں مثالی دکھ کے ماروں کا کردار

تیرا اثر ائے نیم نگاہی کیا جانے کیا ہوتا ہے
اپنے تو دل کا یہ عالم ہے کچھ خوابیدہ کچھ بیدار

اچھا ہے مقصود تجسس آنکھوں سے اوجھل ہی رہے
اکثر راہی تھک جاتے ہیں دیکھ کے منزل کے آثار

میرے دل کے توڑنے والے کیوں جھجکیں کیوں گھبرائیں
دل ہے یہ شیشہ تو نہیں ہے جس میں پیدا ہو جھنکار

हुसैनी इण्टरप्राइजेज
मदार रोड मकनपुर शरीफ़
डबल बेड, कुर्सियाँ, डाइनिंग टेबल, अलमारी
फ्रिज वग़ैरह मुनासिब दामों पर हासिल करें।

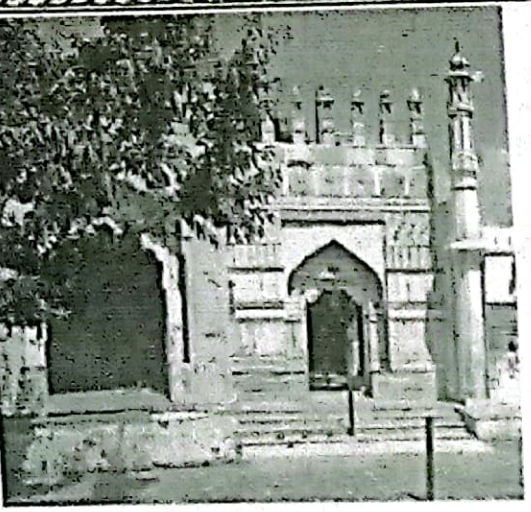

نعرۂ دم مدار بیڑا پار کی شرعی حیثیت

الشاہ مفتی غلام یحییٰ وقاری

حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ سے جو سلسلہ قدیمہ جاری ہے ہم اسے تاریخ کی روشنی میں اور علماء محققین وصوفیاء کاملین کے اقوال واعمال کی روشنی میں "سلسلہ عالیہ مداریہ" کہتے ہیں اور جو آج یا آج سے پہلے یا آج کے بعد اس قدیم اور عالی سلسلہ میں بیعت کا شرف حاصل کرتا ہے اسے "مداری" کہتے ہیں جیسا کہ تصوف کی معتبر کتابوں میں آج بھی موجود ہے جس کو وقت آنے پر بطور ثبوت ہم پیش کر سکتے ہیں۔

آج بھی اولیاء کرام سے بہت سے وسیلے جاری ہیں او ر دنیا ان سلاسل سے مستفیض ہوتی ہے اور جو بھی جس سلسلہ سے اپنی ارادت رکھتا ہے یا بیعت ہوتا ہے تو بالخصوص اسی سلسلہ کا جو اپنا ایک نعرہ ہوتا ہے اسے وہ دل کی گہرائیوں سے بلند کرتا ہے یوں تو جو سنی صحیح العقیدہ ہے وہ اپنے تمام بزرگوں اور مشائخ کرام کے نعرے بلند کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا نعرہ ہو چکا ہے سرکار "قطب المدار" کے نام کا نعرہ ہو چکا ہے "یا غوث" کا نعرہ ہو چکا ہے "یا خواجہ" کا نعرہ ہو! ہم ان تمام صداؤں کو بشکل نعرہ جائز ومستحسن سمجھتے ہیں ،جو کسی اللہ کے نبی یا ولی سے منسوب ہیں۔

اب اگر کوئی بنام سنی ہی اس اصول کی بغاوت کرتا ہے اور اس میں افتراق پیدا کرے تو اسے مسلک اہل سنت وجماعت کا ہمدرد نہ سمجھئے۔ اس لئے کہ کوئی بھی سلسلہ کسی ولی کے سلسلہ سے الگ نہیں سب ایک ہی سمندر سے نکلی ہوئی ندیاں ہیں۔ ہاں فرق ہے تو بس اتنا ہی کہ سب کے نام جدا جدا ہیں مگر کام میں سب کا مقصود ایک ہی ہے۔ جب بھی ہم اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب بندے نبی یا ولی کے نام کی صدا دیتے ہیں تو اس صدائے دلنواز سے روحانی کیف وسرور حاصل کرنا اور اس سلسلہ کے بزرگ سے استمداد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

چنانچہ ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت دی ہے اور ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے سیاہ سفید کا مختار بنا دیا جاتا ہے، "یہ حضرات نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں۔ ان اولیاء اللہ کو اختیارات وتصرفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ملتے ہیں"۔ (بہار شریعت)

علوم غیبیہ بھی ان پر منکشف ہوتے ہیں جس سے وہ پورے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شہنشاہ اولیاء حضور سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس ذات کے تصرفات سے متعلق ایک واقعہ کتاب "سیرۃ الاشرف" کے مؤلف نے صفحہ ۶۹ پر نقل فرمایا ہے۔ واقعہ بہت تفصیلی ہے مختصر نقل کر رہا ہوں۔

"شیخ حمید بن خواجہ قطب الدین سجادہ نشین آستانہ حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت میں امانت خواجگان چشت حاصل کیا تھا انہوں نے ۱۰۳۴ھ میں "حضرت قدوۃ

الکبریٰ'' کے آستانہ مبارک پر اعتکاف کیا تھا اور ۱۰۴۵ھ میں بحکم باطن ''مرأۃ الاسرار'' کی تالیف شروع کی جو ۱۰۵۲ھ میں تمام ہوئی۔ خاتمہ پر فرماتے ہیں کہ ۱۲ سال کے بعد ۱۰۶۵ھ میں شرف زیارت آستانہ حضرت پیر ودستگیر معنوی خواجہ بزرگ ''معین الدین چشتی'' قدس سرہ سے دوبارہ مشرف ہوا حضرت نے فرمایا'' کہ ہم نے تم کو چار مرد صاحبِ ولایت اور صاحب تصرف کے درمیان جگہ دی ہے جو قیامت تک اپنی قبور میں مثل احیاء کے تصرف کریں گے اور ہمیشہ تمہارے ہمدرد معاون رہیں گے، مغرب کی طرف شیخ سید بدیع الدین قطب المدار، مشرق کی طرف سید اشرف جہانگیر، شمال کی طرف سید مسعود غازی اور جنوب میں شیخ حسام الدین مانکپوری''۔ ان چاروں بزرگوں کے درمیان تم امن وامان میں رہو گے''۔

حضرت گرامی! جس کتاب کو حوالے میں پیش کرنے کا شرف میں نے حاصل کیا ہے وہ کسی بھی طرح غیر معتبر قرار نہیں دی جاسکتی۔ ہاں اتنا ضرور عرض کرونگا کہ بنام تصوف اگر افسانہ کی کوئی کتاب سند میں پیش کی جائے اور وہ بھی ایسی کتاب کہ جس سے اہانت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہی ہو جس سے اکابر اولیاء اللہ کی شان میں بے ہودہ بکواس ہو وہاں آپ پر لازم ہے کہ کسی شخصیت پرستی پر نہ بک جائیں بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان عبارتوں کی تحقیق کریں یہی تدین دینی ہے۔

اس واقعہ حقہ کی روشنی میں آپ بتائیں کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے نام کی صدائیں بلند کرکے ہم ان سے اپنی پریشانیوں کا حل چاہیں، کیا صرف سید اشرف جہانگیر کے نعرہ پر اکتفا ہی نہیں بلکہ دوسرے نعروں کو لغو اور بے بنیاد نعرہ کہہ کر اس کی ہجو کریں اور کہیں کہ ''دم مدار بیڑا پار'' یہ نعرہ کہاں سے آگیا۔

آپ حضرات خود فیصلہ کریں کہ اگر کوئی ایسی ذہنیت کا شکار ہے تو ایسے شخص کے بارے میں آپ حضرات کا کیا خیال ہے۔ ایمان کی روشنی میں غور کیجئے یقیناً ایسا شخص فیضان اولیاء سے محروم ہے۔

تمام علماء عرب وعجم نے غیر اللہ سے استمداد حاصل کرنے کے جواز پر فتویٰ دیا تھا تو کیا ''دم مدار بیڑا پار'' کے ذریعہ جو غیر اللہ یعنی مدار پاک سے امداد حاصل کی جاتی ہے اس کو نکال کر استمداد غیر اللہ کے جواز کا حکم دیا تھا۔ کیا کسی کے پاس اس طرح کا کوئی ثبوت ہے؟ اگر مل سکتا ہے تو اپنوں کے پاس نہیں عاشقان اولیاء کے پاس نہیں۔ ملے گا تو دشمن اولیاء کے پاس ملے گا، ملے گا تو باغیان قطب المدار کے پاس اور وہ بھی ثبوت کیا؟ ملے گا تو بغاوت ولی کا اعلان ملے گا، ملے گا تو خواجہ سے عداوت کا سبق ملے گا، ملے گا تو غلامی غوث انوار سے نفرت کا درملے گا۔

صحابہ کا طریقہ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں یا سامنے نہ ہوں، دور ونزدیک سے ہمیشہ پکارتے رہے۔ اولیاء اللہ کو دور ونزدیک سے پکارنا سلف صالحین کا طریقہ ہے بلکہ علمائے عظام نے غیر اللہ سے استمداد واعانت حاصل کرنے کے جواز پر کافی ثبوت فراہم کئے ہیں۔ انشاء اللہ آگے نقل کرونگا۔ میں یہاں ''دم مدار بیڑا پار'' سے متعلق مختصر بحث کے پیش نظر اس کی تفصیلی تشریح کر دینا بہتر سمجھتا ہوں۔

''دم مدار'' اصل میں ''دَمِ مدار'' کثرت استعمال سے ''م'' کا زیر گر گیا کیونکہ لفظ ''دَمِ'' مضاف اور لفظ ''مدار'' مضاف الیہ ہے اور ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ اس مرکب اضافی میں لفظ ''دم'' ہی مقصود ومراد ہے اور لفظ ''دم'' کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً طاقت، ہمت وغیرہ۔ تو ''دم'' کے معنیٰ اصطلاح صوفیاء مداریہ میں مدد، طاقت اور ''مدار'' کے معنیٰ عام اصطلاح صوفیاء میں ولایت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے۔ تو اس نعرہ کا ترجمہ ہوگا ''مدار علیہ الرحمہ کی مدد یا طاقت''۔ یعنی سرکار قطب المدار آپ کی نگاہ عنایت ولطف چاہئے۔

میں کہتا ہوں اور میں نہیں اکابر اولیاء کہتے ہیں کہ ''مدار'' ولایت کا اعلیٰ مقام ہے کہ جس مقام پر فائز ہونے والے کو مدار کہتے ہیں اور جو مدار کی طاقت ہے وہ اللہ کے ایک محبوب بندے کی طاقت ہے۔ وہ تصرف الٰہی وہ امداد الٰہی ہے وہ عنایت باری تعالیٰ

ہے، تو اب بتایئے جب ہم نے "دم مدار" تو کیا تصرف الٰہی کو ہم نے آواز نہیں دی؟ جب ہم نے کہا "دم مدار" تو کیا خدا کی طاقت وعنایت کو طلب نہیں کیا؟ یقیناً بلاشبہ یہ واضح ہوگیا "مدار کے نام واسطہ ہے۔ مدار کے نام کا وسیلہ ہے۔ مگر تصرف حقیقی پروردگار ہے۔ اگر تم مدار پاک کی طاقت اور ولایت کے تصرفات کے نہ ہونے پر دلیل لاسکتے ہو تو لاؤ، پھر میں تسلیم کرلوں گا۔

جس نے دل سے "دم مدار بیڑا پار" کے نعرے اپنی مصیبتوں میں لگائے آج بھی ان کی مجدھار میں پھنسی کشتی ساحل سے جالگی مگر وہ جو یہی سوچتے رہے، دم مدار بیڑا پار پتہ نہیں درست ہے یا نہیں، غیر اللہ سے استمداد کروں یا نہیں، تو ان کی کشتی مجدھار سے بچ کر ساحل سے کبھی نہ لگ سکی۔ ایسے محروم شخص کی کشتی زندگی کے طوفان وتلاطم اور گردش زمانہ کے تموج میں غرقاب ہوگئی۔

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

دم مدار بیڑا پار سلسلہ عالیہ مداریہ کا ایک مقدس ترین نعرہ ہے اور ایسا نعرہ حق ہے جو عہد تبع تابعین سے بلند ہوا تو ہوتا چلا گیا اسلام کا یہ پاکیزہ اور وجہ آفریں نعرہ پرفیض و پرمسرت نعرہ نہ صرف یہ کہ سلسلہ عالیہ مداریہ کے مشائخ اور ان کے مریدین بلند کرتے رہے بلکہ تمام تر سلاسل کے مشائخ اور عام مسلمان یہ نعرہ صدائے دلنواز بلند کرتے رہے۔ کہیں دیکھیے تو علماء محققین کی جماعت میں یہ نعرہ بڑے ادب و پیار سے بلند ہو رہا ہے۔ کہیں دیکھیے تو رہروان راہ سلوک نے اس مقدس نعرہ کو لگا کر اپنے سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ یہ پرنور نعرہ ہند و پاک کے ایسے ماحول میں لگا تھا جبکہ کفر والحاد کا گھٹاٹوپ اندھیرا تھا۔ سخت گمراہیوں کے اندھیرے میں انسان منزل مقصود نہیں پارہا تھا۔ ایسے ماحول میں جب راہ ہدایت وحق عطا کرنے والا ضیاء بار نعرہ بلند ہوا تو نور عرفان انسان کو حاصل ہوا۔ تاریکیوں کا دور دور تک ختم ہوگیا۔ حق تو یہ ہے کہ جب یہ نعرہ حق بیگانوں میں لگا تو وہ اپنے ہوگئے۔ جب سامعین کے دلوں میں اس پرفیض نعرے نے اپنے جلوے بکھیرے تو اگر اسلام کا دشمن تھا تو ایک ہی آن میں اسلام کا جانثار ہوگیا۔

آج بھی اسلام کا یہ نعرہ اپنی پوری توانائی کے ساتھ زندہ ہے اور کل بھی رہے گا۔ حضور غوث الوریٰ کے دیوانے سرکار قطب المدار کے چاہنے والے، حضرت الیاء اللہ کے عقیدت کیش غلام، اپنے دل کی گہرائیوں سے جہاں حضور غوث الوریٰ کی غلامی کا ثبوت اعلیٰ حضرت کے نام کی صدا دیتے ہیں وہیں بڑے ہی عقیدت کے ساتھ سرکار قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ لیکن جو ذہنی اور عملی طور سے کسی بھی ولی اللہ کے بارے میں تنگ نظر ہے تو اس شخص کی انتہائی محرومی ہے بلکہ ایسا محروم انسان نہ کسی غوث کا ہے نہ کسی خواجہ کا نہ مسلک اعلیٰ حضرت کا ہمدرد ہے بلکہ ایسے گندے ذہن کا انسان دشمن اولیاء اور دشمن خدا اور دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بغاوت چاہے جزوی طور سے ہو یا کلی، بہر صورت بغاوت تو بغاوت ہے۔ آؤ میں بتاؤں مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟ تو وہ عشق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت اولیاء کا نام ہے جن کو انہوں نے سادات کرام خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وقت کے صوفیاء کرام سے حاصل کیا وقت آنے پر اس کی پوری تفصیل پیش کروں گا۔

اہلسنت وجماعت کے خلاف جو فرقے ہیں وہ حضور نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور استمداد اور استعانت حاصل کرنے کو شرک سمجھتے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد پر اور زیادہ معترض ہیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے چند معتبر اور محقق دلائل نقل کررہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد حاصل کرنے کا ثبوت آپ کی ولادت طیبہ سے پہلے پھر آپ کی حیات ظاہری اور آپ کی وفات اقدس کے بعد تینوں حالتوں میں قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

ندائے یارسول اللہ اور ندائے غیر اللہ کو نہ تو عہد رسالت میں

روکا گیا اور نہ تو عہد تابعین وتبع تابعین میں روکا گیا۔ ہاں اس مسئلہ میں مخالفین کو غلط فہمی کا خاص سبب یہ ہے کہ خطاب وندا کے سلسلے میں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جو سامنے ہو اس کو ہم پکاریں اور آواز دیں۔ ان مخالفین کا یہ ضابطہ خانہ ساز ہے۔ جو عقلاً ونقلاً فاسد ہے۔ پہلے اسی ضابطہ سے متعلق گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

اصل یہ کہ جس انسان کو اطمینان ہو کہ میرا مخاطب میرے خطاب وندا کو سن رہا ہے یا سن لے گا تو بلاشبہ اس کو دور ونزدیک اور غیب وحضور سے مخاطب کرسکتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) ایک تو یہ ہے کہ اس کی آواز میں اتنی طاقت ہو کہ وہ دور دراز تک پہونچ جائے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ سننے والے کے کان میں اتنی طاقت ہو کہ وہ دور دراز سے سن لے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی لیجا کر مخاطب تک پہونچادے۔

ان تینوں صورتوں کی مثالیں عالم روحانی اور عالم محسوسات میں موجود ہیں۔ خود ہم لوگ سیکڑوں خطوط اپنے احباب اور اپنے بزرگوں کے پاس دنیا کے بے شمار گوشوں میں روانہ کرتے ہیں اور اس انداز سے خطاب کرتے ہیں کہ جیسے آپ ان کے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے سے گفتگو کررہے ہیں۔ صرف اس امید پر کہ ڈاک کا محکمہ اس کو مخاطب تک پہونچادیگا۔ ٹیلی فون، ریڈیو اور وائرلس کی مثال اس سے بھی ظاہر ہے کہ سننے والے کے ذرائع اگر قابل اطمینان ہوں تو کسی کو بھی عقلاً، شرعاً، عادتاً جائز ہے۔ لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس طرح مادہ اور مادی ذرائع کو اتنی قوت حاصل ہوئی کہ سکنڈوں میں ایک آواز ساری دنیا کا سفر طے کرلیتی ہے جس کے باعث آج خطاب وندا کا دائرہ ہفت اقلیم بلکہ اس سے آگے پہوچ چکا ہے۔ کیا روح اور روحانی وسائل میں بھی اس طرح کی قوت کہیں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ روحانیت کے مالک نے عالم واقعہ مادہ اور مادی قوت کے بجائے اپنی عظیم قوت روحانی میں دور کی آوازیں سننے سنانے کی کوئی مثال پیش کی ہے یا نہیں؟ جواب اثبات میں ہے جس کے تحت تینوں سوالوں کے جواب پیش کررہا ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ "تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۵ پر یوں رقم طراز ہیں"؛ بیہقی اور دلائل النبوت اور امام ابن عربی نے "کرامات اولیاء میں۔ اور خطیب نے امام مالک سے اور انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عرم سے روایت کی ہے کہ فاروق اعظم نے ایک لشکر پر حضرت ساریہ کو امیر بنا کر بھیجا پھر ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران اچانک پکارنے لگے، "یا ساریۃ الجبل" تین مرتبہ پکارا پھر کچھ دن کے بعد حضرت ساریہ کا قاصد آیا تو اس نے حقیقت سے آگاہ کیا کہ ہم لوگ شکست کھارہے تھے کہ ہم نے ناگہاں تین مرتبہ ایک آدمی کی آوز سنی کہ "اے ساریہ پہاڑ" تو ہم لوگوں نے پہاڑ کو اپنے پیچھے کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ تب لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا اسی لئے آپ دوران خطبہ حضرت ساریہ کو زور۔ زور سے پکار رہے تھے۔

عالم روحانیت میں یہ صدائے غائبانہ کی پہلی مثال تھی بطور دلیل دوسری مثال ملاحظہ ہو۔

کسی دور دراز علاقے میں کسی جنگل میں ایک قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ یا اس وقت قافلہ والوں نے آپس میں مشورہ کیا اگر اس وقت ہم غوث الاعظم کو یاد کرتے اور اس بلا سے مامون اور محفوظ رہتے تو کچھ نذر کرتے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت غوث الاعظم کو پکارا اور فریاد کی آپ نے اتنی دور بغداد میں رہ کر ان کی فریاد سن لی اور ایسا غضب ناک نعرہ لگایا جس کی آواز جنگل میں سنی گئی اور اپنی کھڑاؤں نے ڈاکوؤں کی سرکوبی کیلئے فضا میں اچھال دیا۔ کھڑاؤں نے ڈاکوؤں کے سردار کو مار ڈالا یہاں تک کہ ڈاکوؤں نے لوٹا ہوا مال بھی واپس کردیا۔

اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات حضرت غوث الاعظم ان مظلوموں کی آواز اتنے دور سے سن لی۔ دوسرے حضور غوث الوریٰ نے اپنی آواز اتنی دور جنگل میں پہونچادی۔ اور کیوں نہ ہو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جو کوئی مصیبت میں مجھے پکارے تو اس مصیبت کو رفع کردونگا"۔ ☆☆

हज़रत मौलाना सैय्यद मो० हाशमी मियाँ किछौछा शरीफ की इन्साफ पसंद तहरीर सई -ए- आख़िर

जनाब गाज़ी–ए–मिल्लत सैयद मो0 हाशमी मियां ने यह तहरीर अजमेर शरीफ के मुनाज़िरे के बाद लिखी थी (इस मुनाज़िरें में सिलसिलाए आलिया मदारिया को शानदार फतेह व कामरानी मयस्सर हुई थी) चूँकि अजमेर शरीफ के मुनाज़िरे का ख़ास मौजू सिलसिलाए आलिया मदारिया के जारी सारी होने का था और मुख़ालिफीने सिलसिला की तरफ से एक ऐसी किताब को दलील बनाया गया था जिसके बारे में उल्माए हक़ ने अक्सर कहा और लिखा है कि इस किताब (सबा सनाबिल) की बहुत सी इबारतें इलहाकी हैं। जिनको बाद में मिलाया गया है क्यों कि यह किताब लिखने के 300 बरस बाद छपी है और उसका असल नुस्खा मिला ही नहीं है। इस लिए सिलसिलाए मदारिया के ताल्लुक से बहुत सी रवायतें इस में बाद में मिला दी गई हैं।

इसी हक़ीक़त को आशना करते हुए मौलाना सैयद हाशमी मियाँ ने अपनी किताब के सफा नं0 270 पर तहरीर करते हुए लिखा है कि –

हज़रत मीर अब्दुल वाहिद बिलगिरामी क़ुद0 की तरफ मन्सूब किताब "सबा सनाबिल" क़ाबिले तवज्जोह है। इस में वही बातें बिला शक व शुबाह सही और दुरूस्त हैं जिनकी ताईद व तौसीफ़ उल्माए रब्बानीन कर चुके हैं। यह किताब हज़रत मीर साहब के विसाल के बहुत बाद शाए हुई और इसमें बाज़ इबारतें इलहाक़ी हैं। मसलन सिलसिलाए मदारिया के सोख़्त होने की बात।

सिलसिलाए मदारिया के सोख़्त होने का ज़िक्र सिर्फ सबा सनाबिल में है। मगर वही वाक्या जब "अख़बारूल अख़ियार में पढिए तो सोख़्त का पता और निशान तक नहीं मिलता।

इस में पूरा वाक्या "सबा सनाबिल " की तरह है मगर सोख़्त वाली बात को मोहक्क़िक़ अलल इतलाक़ सैयदना अब्दुल हक़ मोहद्दिस देहलवी अलै0 ने अखबारूल अखियार में कहीं नहीं लिखा। यानी सोख़्तन वाली बात क़तई इलहाक़ी है।

इसे हम बदलीले क़ाहिरा साबित करना चाहते हैं। मुलाहिज़ा हो। "अखबारूल अखियार" में हज़रत मोहद्दिस देहलवी रक़मतराज़ हैं–

(۱) "نقل ست کہ چوں شاہ مدار در عہد او از جانب ہرمز بکالپی تشریف آوردہ بود طریقۂ او جذب خلائق بودہ عوام بسیار برایشاں گرد آمدند و شہرتی عظیم شد و بعضے اوضاع ایشاں برخلاف ظاہر شریعت بود دران اوان قادر شاہ ولد سلطان محمد کہ از نبائر سلطان فیروز شاہ بودہ و بعد از فوت پدر حاکم بود از شنیدن شہرت شاہ مدار جہت ملاقات ایشاں سوار شد و در انجا کہ شاہ منفرد ے بود۔ رسید خادمان شاہ گفتند کہ حالاں وقت نیست و حکم نیست کہ خبر تو انیم کرد ظاہر ا با درویشی خلوت داشتہ اند بحاکم چنانں نمودند کہ جوگی آمدہ است شاہ باو صحبت دارند قادر شاہ بخادمان شاہ گفتہ کہ ایشاں را بگویند کہ در شہر ما نباشد و خود برگشتہ بمنزل آمد۔ چوں خبر بشاہ رسید برآمدہ از آب گذشتند و برود عادی بد کردند وخادی رافرمودند کہ سہ روز منتظر باش و خبر او را بیان چوں ایشاں از آب گزشتند آبلہ بر اعضاء قادر شاہ پیدا شدہ او از حرارت آبلہ بے طاقت شدہ پیش شیخ سراج سوختہ آمد شیخ پیراہن خود را باو داد بجرد پوشیدن بحالت اصلی باز آمد و اثری از حرارت نماندہ و چوں خادم شاہ دید کہ او بناہ شیخ سراج آوردہ مایوس شدہ و از آب گزشتہ خبر با ایشاں رسانیدہ شاہ مدار از انجا متوجہ جونپور شد و از انجا باز گشتہ بر مکن پور کہ موضعی ست در نواحی قنوج آمدہ و ہمانجا بود" (اخبار الاخیار ص ۱۷۰)

हज़रत ज़िन्दा शाह मदार रह0 की बद्दुआ से क़ादिर शाह के जो आज़ा हरारत व आबला से जलने लगे थे वह शेख सिराज सोख़ता के पैराहन मुबारक की बरकत से रफ़ा हो गए और फिर हज़रत ज़िन्दा शाह मदार रज़ि0 जौनपुर की तरफ रवाना हो गए।

इसमें कहाँ है कि हज़रत सिराज सोखता ने हज़रत ज़िन्दा शाह मदार के सिलसिले ही को सोख़त कर दिया?

हाशमी मियाँ अपने मज़मून में आगे लिखते हैं कि –

हज़रत मीर अब्दुल वाहिद बिलगिरामी रह0 जिस खानवादे के अज़ीम तरीन बुज़ुर्ग हैं उसी ख़ानवादे के चश्मों चिराग सय्यदुल उल्मा मौलाना आले मुस्तफा अपने मकतूब गिरामी में जिसकी फोटो कापी मेरे पास है तहरीर फ़रमाते है।

बावजूद इसके कि बाज़ लोगों ने सरकार क़ुत्बुलमदार रज़ि0 के नीचे सिलसिले में कलाम भी किया है। मगर मेरे जद्दे आला हज़रत साहबुल बरकात सैयद शाह बरकत उल्लाह अलबिलगिरामी अलमारहरवी रह0 कालपी शरीफ से सिलसिलाए आलिया मदारिया लाए और फकीर को जिस तरह चिश्तिया, सोहरवर्दिया, नक्शबन्दिया की इजाज़त और खिलाफत है उसी तरह मदारिया सिलसिलाए की भी इजाज़त और खिलाफत है। (मकतूब सय्यदुल उल्मा)

अलगरज़ सबा सनाबिल की वह रवायत जिसकी रूह से सरकार क़ुत्बुल मदार रह0 से नीचे सिलसिले में सोख्त की जो बात है वह सिलसिलाए आलिया बरकातिया के बानी सय्यद बरकत उल्लाह रह0 और सय्यदुल उल्मा को इस सिलसिले की इजाज़त और खिलाफत कैसे मिलती? सिलसिलय मदारिया के सोख्त किए जाने का ज़िक्र सिर्फ "सबा सनाबिल" या उस पर एतमाद की बुनियाद पर बाद की

चन्द किताबों में मिलता है मगर हकीक़त क्या है खुद सय्यदुल उल्मा रह0 फरमाते हैं –

अपने मकतूब गिरामी में तहरीर फरमाते हैं।

सिलसिलाए मदारिया के मुताबिक सोख्ते और कलाम के जो अल्फाज़ थे वह हरगिज़ मेरा अपना ज़ाती मसलक और मशरब न था बल्कि सिर्फ नक्ल रवायत करके सिलसिलाए मदारिया की निसबत अपना अकीदा बयान करना था।

आगे तहरीर फरमाते हैं ।

आप तो अच्छी तरह जानते हैं कि खानकाह आलिया क़ादरिया बरकातिया मारहरा शरीफ तीन सदियों से नामूसे औलिया किराम के लिए अपनी सारी ताक़तें बाज़ी पर लगाए हुए है तो फिर उस खानकाह शरीफ के एक हक़ीर ख़ादिम की हैसियत से क्यों कर मुतसव्विर था कि वह अपने एक मुरशिदे इजाज़त ज़ात बरगुज़ीदा सिफ़ात हुजूर पुरनूर कुत्बुल मदार रज़ि0 की बारगाहे फज़ीलत पनाह में ज़ुबान गुस्ताखाना दराज़ करता । वाह सुब्हान अल्लाह क्या मैं इतना एहमक था कि जिस शाख पर बैठा था उसी पर कुल्हाड़ी चलाता । सिलसिलाए आलिया मदारिया के इजराय फैज़ का इनकार करना क्या खुद मेरे जद्दे करीम सय्यद शाह बरकत उल्लाह रह0 की तजहील व तहमीक़ के मुतरादिफ न होता (यानी सिलसिलाए मदारिया के जारी सारी न होने की झूठी बात कहकर मैं अपने बुजुर्गों को गलत साबित कर देता हरगिज़ नहीं।)

हुज़ूर सय्यदुल उल्मा रह0 अपने मकतूब गिरामी में आगे तहरीर फरमाते हैं :–

"तो फिर इन्साफ फरमाइये कि फक़ीर के इस इक़रार के बावजूद कि मेरे खानदाने बावक़ार के पास सिलसिलाए मदारिया की इजाज़त मौजूद है जो कालपी शरीफ से आई है और खुद फक़ीर को इजाज़त है तो मुझ पर सिलसिलाए मदारिया के सोख्त होने का अक़ीदा रखने का इल्ज़ाम और बोहतान है या नहीं ? लिहाज़ा मेरा मसलक तो यह है कि मैं ख़ाकपाए मुरशिदाने इज़ाम हुज़ूर पुरनूर सैयदना सैयद बदीउल मिल्लते व शरीयते व तरीकते वल इस्लाम व दीन शेखना व मुरशिदना सय्यदी कुत्बुल मदार ज़िन्दा शाह मदार रज़ि0 को अपना वैसा ही मुरशिदे इजाज़त मुफीद व मुफीद यक़ीन करता है जैसा कि ख्वाजय ख्वाजगान ग़रीब नवाज़ चिश्ती अजमेरी व सैयदना शेखुश्शुयूब श्हाबुल मिल्लते वद्दीन उमर सोहरवर्दी रिज़वानउल्लाह ताला अजमईन को।"

मकतूब के आखिर में सय्यदुल उल्मा सैयद आले मुस्तफा बरकाती रह0 फ़रमाते हैं–

मैं अपना शजरा सिलसिलए आलिया मदारिया लिख रहा हूँ जो मैनें अपनी खानदानी किताब असनाद "अन्नूर वलहबा फ़ी असानीदिल अहादीस व सिलसिलए औलिया" मुसन्निफ – जद्दे करीम हज़रत सैयदना शाह अबुल हुसैन अहमद नूरी नक़्ल कर रहा हूँ

(۲) بسم اللّٰه الرحمن الرحيم . الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ رسوله وعلىٰ اله وصحبه اجمعين. فيقول الفقير ابو الحسين عفى عنه اجاز نى بالسلسلة البديعية المدارية جدى ومرر شيدى السيد آل رسول الاحمدى قدس سره عن الحمزة اچھے صاحب عن ابيه عن جده عن صاحب البركات عن السيد فضل اللّٰه عن ابيه عن جده عن جمال الاولياء عن الشيخ قيام الدين عن الشيخ قطب الدين عن السيد جلال عبدالقادر دعن السيد مبارك عن السيد اجمل عن العارف الاجل الكامل الاكمل مولانا بديع الحق والدين المدار المكنفورى رحمة اللّٰه تعالىٰ عليه عن الشيخ عبداللّٰه شامى عن الشيخ عبدالاول عن الشيخ امين الدين عن امير المؤمنين على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عن سيد المرسلين محمد صلى اللّٰه عليه وسلم تعالىٰ عليه وعليهم وسلم".

میرے پیش نظر بھی مذکورہ بالا شجرہ شریف المسماۃ "النور والبہا" ہے۔ جو ۱۲۰۷ھ میں شائع ہوا۔ اس کے مرتب حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں بریلوی کے پیرومرشد ہیں۔)

यह शिजरा सन् 1207 हिजरी में शाया हुआ था। इसको मुरत्तब करने वाले हुज़ूर मुफ्ती आज़में हिन्द मुस्तफा रज़ा खाँ बरेलवी के पीरों मुरशिद हैं।

सैयद मो0 हाशमी मियाँ अशरफी आगे तहरीर फरमातें हैं– यह शिजरा जो मुसल्लम तरीके से सही और दुरूस्त है यह हज़रत सैयदना शाह अबुल हुसैन अहमद नूरी रह0 के कलम से उन्हीं के ज़माने में शाया हुआ था और उसकी सच्चाई और सदाकत पर खुद सय्यदुल उल्मा मारहरवी गवाह है।

इस शिजरा मुबारका से यह मसला खुद बखुद हल हो जाता है कि हज़रत सैयद बदीउद्दीन कुत्बुल मदार रज़ि0 का सिलसिला सोख़्त नहीं बल्कि जारी व सारी है । लिहाजा "सबा सनाबिल" में सोख़्त की कहानी बिला शक व शुबाह इलहाक़ी है ।

बाक़ी अगले शुमार में।

QUARTERLY

RAHBARE NOOR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019

MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code. 209202

پیرانِ پیر دستگیر سلطان الاولیاء شیخ الشیوخ

غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رض

کی گیارویں شریف کے پاک موقع پر ادارہ

"رہبر نور" عالم اسلام کو مبارکباد پیش کرتا ہے

Cheif Editor

ABUL MASHARAB SYED

MUQTIDA HUSAIN JAFRI

H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar, India- 209202

Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408